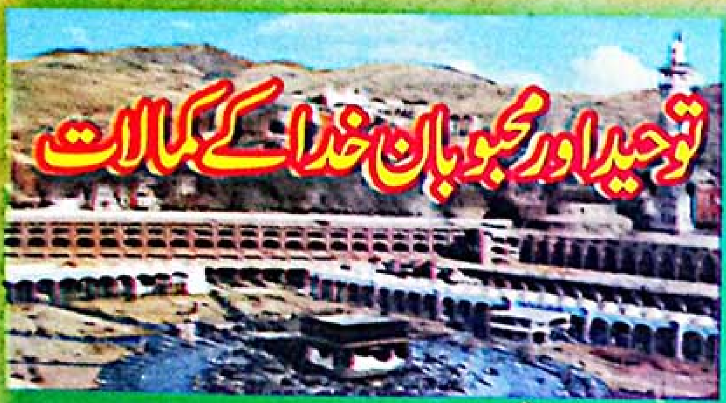
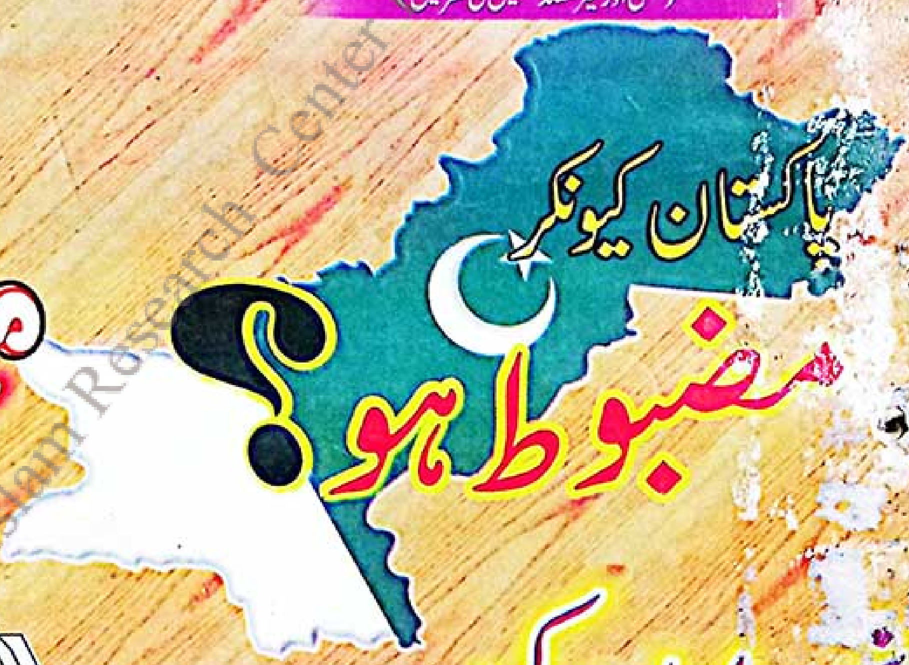
ماہنامہ
پاکستان
مجلة الحقيقة
جمادی الاول ۱۴۲۲ھ   اگست ۲۰۰۱ء   جلد نمبر ۱   شمارہ نمبر ۱۱



از رشحات قلم: مفتی محمد اشرف القادری محدث نیک آبادی

حلال و حرام کے بعض مسائل
(حنفی اور غیر مقلد محققین کی نظر میں)

انبیاء و اولیاء کے اختیارات کا انکار
یہودیوں کے نظریہ کی پیروی ہے



مرکز "الدعوة"
کی دہشت گردی



نجدیوں کی عیاشیاں ؟

مشرف ہیرو
واجپائی زیرو 000000

حمد و نعت

میرا خدا کریم، مرے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کریم

میرا خدا کریم ، مرے مصطفٰی کریم
بالذات وہ کریم ہے، یہ بالعطا کریم

کس قدر پیارے نام ہیں رب کریم کے
وہاب ، نور ، رب الورٰی ، ذوالعطا ، کریم

میرے حبیب پاک ہیں سب سے بڑ اکرم
میرا خدائے پاک ہے سب سے بڑ اکریم

سرکار پہ خدا کا ہے بے انتہا کرم
بے انتہا کرم سے یہ بے انتہا کریم

وابستہ ہے ظہور کرم ان کی ذات سے
مقصود کن فکاں ہیں مرے مصطفٰی کریم

جان کرم جہان کرامت حضور ہیں
ہر ہر سخن ستودہ ہے، ہر ہر ادا کریم

عالم تمام دولت سرائے حبیب ہے
اللہ کے کرم سے ہے ہر جا مرا کریم

ہر لمحہ یا خدا کہو، ہر لمحہ یا رسول
وہ بھی سدا کریم ہے یہ بھی سدا کریم

جوش عطا پہ آگیا اللہ کا کرم
میں نے نبی سے عرض کیا جب بھی یا کریم

جو دور ہے حضور سے خالق سے دور ہے
ان کا گدا جو ہو گیا وہ ہو گیا کریم

آسی ہوئی وسیلہ شیخ کریم سے
میری دعا کریم، مری التجا کریم

نوٹ: کریم کا لفظ، رحیم و بندہ نواز کے مفہوم میں بھی آتا ہے اور عزیز یعنی صاحب عزت کے معنی بھی ہیں۔

(پروفیسر محمد حسین آسی)

يَٰٓأَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ط
اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو۔ (التوبہ: ۷۳)

زیر سرپرستی
مفکر اسلام حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی

ماہنامہ
شکرگڑھ / پاکستان

مجلۃ الحقیقۃ

مدیر اعلیٰ: شجاعت علی مجاہد
مدیر مسئول: ابو طلحہ نوری
مدیر اعزازی: حمزہ مصطفائی

جمادی الاول ۱۴۲۲ھ — اگست ۲۰۰۱ء
جلد نمبر ۱ — شمارہ نمبر ۱۱

اس شمارے میں

پبلشر پروفیسر محمد حسین آسی نے عظیم علیم پرنٹرز داتا دربار مارکیٹ لاہور سے چھپوا کر مرکزی دفتر شیران اسلام نقش لاثانی نگر، شکرگڑھ (نارووال) سے شائع کیا

کلمۃ الحقیقۃ

پروفیسر محمد حسین آسی

پاکستان کیونکر مضبوط ہو

جو کرنی ہے جہانگیری محمد ﷺ کی غلامی کر
عرب کا تاج سر پر رکھ، خداوندِ عجم ہو جا (مولانا ظفر علی خاں)

اسلامی جمہوریہ پاکستان کو معرضِ وجود میں آئے نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے اور اس عرصے میں کئی جمہوری اور فوجی حکمران آئے مگر افسوس پاکستان کو مضبوط و مستحکم بنانے کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ تختِ حکومت پر براجمان ہونے والے اکثر تو وہ تھے جنہیں اپنی ذات اور اپنے مفاد کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ انہیں پاکستان کی قطعاً فکر نہیں تھی، فکر تھی تو اپنے آپ کو اور اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کی۔ کچھ ایسے بھی ہوں گے۔ جنہیں حکومت ملتی ہی اسلئے تھی کہ وہ جس ملک کے حاکم ہیں، اسے کمزور کریں۔ چنانچہ کوئی حکمران خود اس کی نظریاتی بنیادوں کو کمزور کرتا رہا، کوئی اس کو معاشی زنجیروں میں جکڑنے کے درپے رہا، کوئی میدان جنگ میں جیت گیا مگر تاشقند میں بازی ہار آیا، کسی نے کارگل میں دشمن کو مار بھگایا مگر امریکہ جا کر خود پسپا ہو گیا، کسی نے دوسرے ملکوں سے معاشی میدان میں کوئی معاہدہ کیا مگر ملک کو کم فائدہ پہنچایا، خود زیادہ کمایا۔

حضرت قائداعظم:

اس میں کوئی شک نہیں کہ ملک کے بانی حضرت قائداعظم محمد علی جناح علیہ الرحمۃ اپنے دور کے بیمثال اور کامیاب ترین سیاستدان تھے، ان کے دل میں اللہ اور اس کے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سچی محبت، اسلام کا سچا درد اور ملت اسلامیہ کی سچی خیر خواہی تھی۔ انہیں مبدءِ فیاض نے نگہ بلند، سخن دلنواز، جان پر سوز سے نوازا تھا۔ اور انہیں دن رات خیال تھا تو امت مرحومہ کا۔ انہوں نے اپنی زندگی اور اپنی توانائیاں اپنے لئے نہیں، اپنی قوم کیلئے وقف کر دی تھیں۔ اسلئے انہیں قدم قدم پر وہ کامیابی میسر آئی جو اس وقت کے دنیا بھر کے سیاسی قائدین اور مصلحین کیلئے قابل رشک تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ گاندھی اپنی مکاریوں، نہروں اپنی عیاروں اور ابوالکلام آزاد اپنی غداریوں کے ساتھ ایک قائداعظم کا مقابلہ نہ کر سکے اور اس قسم کے سینکڑوں گاندھی، نہرو اور ابوالکلام آزاد ہوتے تو بھی ایک دبلے پتلے جناح کے سامنے نہ ٹھہر سکتے۔ جناح بیشک جسم کے کمزور تھے مگر یقیناً عزم کے مضبوط تھے، دیکھنے میں لاغر نظر آتے تھے مگر ایمان کا کوہ گراں تھے۔ واللہ ان کا وہی حال تھا جو ان کے استادِ مکرم، مفکر پاکستان حضرت حکیم الامۃ علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ کا تھا، یعنی

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ!
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ ونجف

قائداعظم کی فطرت عشق رسول ﷺ کے نور سے جگمگا رہی تھی، اسی روشنی میں انہوں نے سفر حیات کا آغاز کیا اور یہی روشنی تھی جو انہیں یورپ کے ظلمت کدے میں ہزار گونہ آندھیوں اور طوفانوں سے بچاتی رہی۔ عشق و محبت کی یہی دولتِ لازوال تھی جس نے ان کے دل کو مصلحتوں، پیشکشوں اور حرص و آز کے تمام بتوں سے بے نیاز کر دیا تھا۔ وہ اگر افرنگ کے دام ہمرنگ زمین میں نہ آئے یا ہندو برہمن کی سوداگرانہ چالوں سے محفوظ رہے تو یہ اسی جذبہ عشق کا کمال تھا۔ تاریخ اسلام گواہ ہے طارق بن زیاد، نورالدین زنگی، صلاح الدین ایوبی، علیہم الرضوان جیسے لوگوں کو جو بے مثال اور چشم کشا کامیابیاں ملی تھیں۔ محبوب خدا سرورِ دوسرا حضور محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ علیہ التحیۃ والثناء سے وابستگیِ عشق ہی کا نتیجہ تھیں۔ خدانخواستہ اگر یہ لوگ اپنے اپنے دور میں اسلام کی حفاظت اور ملت اسلامیہ کی قیادت کیلئے کمر بستہ نہ ہوتے تو تاریخ کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔

نظریہ پاکستان:

کون نہیں جانتا قائداعظم نے عشق کا زمزمہ چھیڑا تو سب اہل عشق ان کے ہمنوا بن گئے۔ برعظیم کے سب روحانی آستانے مثلاً سرہند شریف، چورہ شریف، علی پور سیداں شریف، بریلی شریف، سیال شریف، گولڑہ شریف، شرقپور شریف، جلالپور شریف، مانکی شریف، مارہرہ شریف، جہاں ہمیشہ عشق رسول ﷺ کی

شراب ناب ہی پلائی جاتی تھی، ان کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ نظریہ پاکستان کا مرکزی نقطہ یہی تھا کہ قومیں وطن، نسل، رنگ، زبان سے نہیں بنتیں، نبی علیہ السلام کی نسبت سے بنتی ہیں۔ لہذا..........

جو نبی ﷺ کا ہے　　　وہ ہمارا ہے
جو نبی ﷺ کا نہیں　　　وہ ہمارا نہیں

مفکر پاکستان نے ان تمام راہنماؤں کو ٹھکرا دیا تھا جو نبی ﷺ کی نسبت سے سوا کسی اور چیز کو ملت کی بنیاد ٹھہراتے تھے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں پورے عزم و یقین کے ساتھ اپنا حلفِ وفاداری یوں پیش کیا تھا۔

(کل ایک شوریدہ بارگاہِ نبی ﷺ میں رو رو کے کہہ رہا تھا
یہ مصر و ہندوستاں کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں)
یہ زائرانِ حریمِ مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں

دیکھا، باغیانِ رسول سے کتنا دو ٹوک تبرا (جدائی و بیزاری کا اعلان) ہے۔ مگر یہ اعلان تو انہوں نے قرآن پاک سے سیکھا تھا۔ دیکھئے سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۲۳۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ط وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ٥ (التوبہ......۲۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے باپ اور بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالموں میں ہے۔

اس مضمون کی ایک دو آیتیں نہیں، سینکڑوں آیتیں ہیں جو پاکستان کے دو قومی نظریے کی بنیاد ہیں۔

عظیم سعادت:

حضرت قائد اعظم علیہ الرحمۃ کی سعادت کا کون اندازہ کر سکتا ہے جو بظاہر مفتی تھے نہ محدث، شیخ طریقت تھے نہ زاہد شب زندہ دار، پھر بھی قرآنی تعلیمات کی علمبرداری کرتے ہوئے میدان میں اتر آئے اور پھر کفر کے مقابلے میں ایمان کی عظمت کا نعرہ لگانے لگے۔ یقیناً وہ لوگ بھی سعادت مند تھے جنہوں نے تمام سنہری روپہلی اور عارضی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر ان کا ساتھ دیا اور پورے خلوص سے دو قومی نظریے کی بنیاد پر دنیا کے نقشے میں ایک جدید اسلامی نظریاتی مملکت کے شمول و دخول کیلئے جت گئے اور جب تک یہ ملک قائم نہ ہو گیا، دم نہ لیا۔ قائد اعظم اور ان کے ہمنواؤں کی سعادت کا تصور اس وقت اور بھی اجاگر ہونے لگتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ان کے مقابلے میں نہرو گاندھی جیسے مشرکین ہی نہیں تھے، ایسے بہروپئے بھی تھے جو سادہ لوح مسلمانوں کے سامنے شیخ القرآن، شیخ الحدیث، شیخ الاسلام وغیرہ کے لبادوں میں آ کر یہ اعلان کر رہے تھے کہ قومیں وطنوں سے بنتی ہیں۔ ان کے نزدیک نسبت نبوت یعنی ایمان کوئی حد فاصل نہیں تھی بلکہ اس کے مقابلے میں وطنیت کی اہمیت زیادہ تھی، وہ کہتے ہیں:

ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی آپس میں ہیں بھائی، بھائی!

حضرت اقبال نے ایک ایسے ہی شیخ کے بارے میں بڑے دکھ سے کہا تھا:۔

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ
زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی ست
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی ﷺ است
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

ترجمہ: عجم کو ابھی دین کے اسرار و رموز کا علم نہیں، چنانچہ دیوبند سے حسین احمد جیسے لوگوں (کا پیدا ہونا) کتنا عجیب ہے۔ اس نے منبر رسول پر بیٹھ کر یہ گیت گایا ہے کہ قوم وطن سے بنتی ہے۔ (سوچو) یہ شخص حضور ﷺ کے مقام سے کتنا ہی بے خبر ہے۔ (پھر اس سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں) اپنے آپ کو حضور ﷺ کی بارگاہ تک پہنچا اگر تو حضور ﷺ تک نہ پہنچا تو نری بولہبی (اور ابوجہلی) صورتحال ہے۔

مخالفین پاکستان:

حقیقت یہی ہے ،نسبت مصطفویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کونظر انداز کر کے رنگ ونسل وغیرہ کواہمیت دینے والے واقعی رسول عربی ﷺ کے مقام سے بے خبر تھے اور یہ سارے بے خبرا پنی بے خبری میں اس حد تک آگے نکل گئے تھے کہ گاندھی کو مسجدوں میں بلاتے ،اس سے وعظ کراتے اور بعض یہاں تک بکتے تھے کہ اگر سلسلہ نبوت جاری رہتا تو گاندھی بھی نبی ہوتا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) جولوگ قیام میلاد کوشرک سمجھتے تھے ،گاندھی جیسے پلید اور اسلام دشمن کی تصویر دیکھ کر کھڑے ہوجاتے تھے۔ بہر حال کفر ونفاق ناکام ہو گئے اور ایمان جیت گیا۔ پاکستان یعنی اسلامی جمہوریہ پاکستان دنیا کی سب سے بڑی اسلامی حکومت کے روپ میں قائم ہو گیا۔

قائداعظم کا جانشین:

پاکستان بن گیا مگر دوقومی نظریہ کے منکرین نے خواہ وہ ہندوستان میں تھے یا پاکستان میں ،اسے دل کی گہرائیوں سے کبھی تسلیم نہیں کیا اور اتنا عرصہ بیت جانے کے بعد بھی ان کے رنج وغم ،بغض وحسد اور منفی منصوبہ بندیوں میں کوئی فرق نہیں آیا۔ پاکستان کے خلاف ان کی مکروہ سازشیں جاری رہیں حتیٰ کہ پاکستان ربع صدی سے پہلے ہی دولخت ہو گیا۔ اندرا گاندھی نے سقوط ڈھاکہ کے موقع پر جوز ہریلا خطاب کیا تھا اور نظریہ پاکستان کو سمندر میں ڈبو دینے کی جو راگنی الاپی تھی۔ کسے معلوم نہیں...... مگر ایسا کیوں ہوا، قائداعظم کے نالائق ، بے ضمیر اور کم نظر جانشینوں کی وجہ سے...... پاکستان قائداعظم علیہ الرحمۃ کے آنکھ موندتے ہی لاوارث ہو گیا اور شاید اب تک لاوارث ہے (اگر چہ ہماری دعا ہے کہ کم ازکم پرویز مشرف ہی سہی اس غیرت ملی ودینی سے مالا مال ہو جو بانی پاکستان کا اصل ورثہ ہے)

ملک کی بدقسمتی دیکھئے یہاں کبھی وہ شخص بھی صدر رہ چکا ہے جو'جعفراز بنگال' کی اولاد میں سے تھا۔اور گویا جعفرثانی تھا۔ یہاں ایک وزیراعظم ایسا بھی تھا جس نے برملا اعلان کیا تھا کہ''اگر ہندوستان ہم پر حملہ بھی کر دے، ہم اس سے نہیں لڑیں گے۔''

ضرورت:

ضرورت اس بات کی تھی کہ قوم کی تربیت کی جاتی ، ذرائع ابلاغ سے ، یا تعلیمی نصاب سے ،اور مخصوص اداروں سے اور نظریہ پاکستان کی حقیقت اور پاکستان کی ضرورت سمجھائی جاتی۔ مخالفین پاکستان کی شرانگیزیوں کو تاریخ کا حصہ بنایا جاتا اور نئی نسل کو ماضی بعید ہی نہیں ، ماضی قریب سے بھی روشناس کرایا جاتا۔ مسلمان کہلانے والے وہ لوگ جو غیروں کے جال میں پھنس گئے تھے ،انکی پہچان کرادی جاتی تا کہ وہ آئندہ دھوکا نہ دے سکیں۔ مگر ایسا بالکل نہ ہوا مخالفین میں اگر کہیں ذکر آیا تو گاندھی ،نہرو، پٹیل وغیرہ کا اور ابوالکلام آزاد، حسین احمد مدنی (حقیقتاً ناٹڈوی) وغیرہ کے سیاہ کارناموں کونظر انداز کیا گیا۔ دارالعلوم دیوبند کی شان تو بڑھ چڑھ کے بیان کی گئی ہے مگر عموماً یہ حقیقت بیان کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ یہ مدرسہ دور غلامی کی ابتدا میں انگریزی حکومت کا خیر خواہ تھا اور بطور لارڈ پامر یہاں کا مولوی چالیس روپے ماہانہ لے کروہ کام کر رہا تھا جو بڑے بڑے کالجوں کے پرنسپل چھ چھ سوروپیہ ماہانہ لے کر نہیں کر پاتے ،اور دور غلامی کے آخری دنوں میں کانگرس کا نقیب، اور مسلم لیگ کا دشمن اور مخالفین پاکستان کا سب سے بڑا مرکز تھا، یہاں چند ساتھیوں سمیت مولانا شبیر عثمانی نے مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت کا دم بھرا تو انہیں بقول ان کے انہیں کے ساتھیوں اور شاگردوں نے ذلیل وخوار کر کے نکال دیا،ان کے خلاف نعرہ بازی کی گئی اور ان کے پتلے جلائے گئے۔(دیکھئے مکالمۃ الصدرین)

ذکر دیوبند:

دیوبند کا ذکر'خیر' آہی گیا ہے تو ذرا تفصیل سے بات ہوجائے ،جس وقت انگریزی حکومت مجاہدین جنگ آزادی کے پسماندگان اور وارثوں کے درپے تھی ،اہل سنت کے سینکڑوں مدارس برباد کر دیئے گئے تھے۔ ہزاروں مسلمانوں کو چندروز پہلے موت کے گھاٹ اتار کر ان کی جائیدادوں کو قرق کرلیا گیا تھا، دین حق کے کتنے ہی علمبرداروں کوشہید اور کتنے ہی علما کو کالے پانی کی سزادی گئی۔ وہ لوگ کون تھے جن کا بال بیکا نہ ہوا ،جنہیں جاگیریں بخشی گئیں ،جنہیں سٹرفکیٹ دیئے گئے اور جن کوامت مسلمہ کے خلاف اپنی سازشوں میں شریک کیا گیا۔ دارالعلوم دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی کون تھے؟ انگریزی حکومت کے قائم کردہ عربی کالج دلی کے وائس پرنسپل مولانا مملوک العلی کے شاگرد رشید تھے اور انہوں نے انہیں مقاصد کی تکمیل کیلئے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی جن کی تکمیل کیلئے اس سے پہلے عربک کالج دلی قائم کیا گیا تھا۔ چنانچہ یہاں وہی کچھ ہوا جو انگریز چاہتے تھے اور جس کے لئے وہ بڑے بڑے پرنسپلوں کو بڑی بڑی تنخواہوں پر لاتے تھے۔ان بڑے بڑے کاموں میں دوزیادہ اہم تھے۔

۱) حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا انکار کر کے ان کی ذات پاک کو مسلمانوں میں موضوع بحث بنانا اور یوں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سینے خالی کرنا، تا کہ مسلمانوں کے دل سے جذبہ جہاد ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نکل جائے۔

۲) ایمانیات خصوصاً قرآن پاک کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنا۔ جہاں تک ان مقاصد کو بروئے کار لانے کا تعلق ہے، پہلے دن ہی سے اس طرف کماحقہ توجہ دی گئی ، چنانچہ بانی دارالعلوم نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت گھٹانے کیلئے (معاذ اللہ) کسی عام سی فضیلت کا انکار نہیں کیا بلکہ اس فضیلت پر وار کیا جو ہمیشہ سے اہل اسلام کی بنیادی عقائد میں داخل ہے یعنی مسئلہ ختم نبوت۔ مولانا نے اس سلسلے میں ایک کتابچہ لکھا جس کا نام ہے''تحذیر الناس''۔

رسالے کے انداز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اس بارے میں بڑی فکر ہے کہ مسلمان حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ورسول مانتے ہیں اور یہ ایمان رکھتے ہیں کہ آپ کا زمانہ تمام نبیوں کے زمانوں کے بعد ہے۔ مولانا موصوف کے نزدیک بعد میں آنا کوئی فضیلت کی بات نہیں حالانکہ خود حضور خاتم الانبیا علیہم السلام نے اسے اپنی فضیلت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ (مسلم شریف) (اور میرے ساتھ نبی ختم کئے گئے)

ہم یہاں کسی لمبی بحث میں نہیں پڑنا چاہتے، مختصراً اتنا ذہن نشین کرلیں کہ اس وقت مرزائیت کی شاید سب سے بڑی دلیل مولانا محمد قاسم نانوتوی کا یہی رسالہ ہے، ہر مرزائی مناظر اس کا حوالہ دیتا ہے اور ہر اسلامی مناظر کو اگر اس کے مقابلے میں فتح وکامیابی مقصود ہو تو کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے نزدیک قاسم نانوتوی کا وہی حکم ہے جو مرزا قادیانی کا ہے، چنانچہ حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ نے قومی اسمبلی میں مرزا ناصر کے جواب میں یہی کہا تھا، اور فاتح قادیانیت عزیز القدر شجاعت علی مجاہد امیر مرکزی شیران اسلام نے بھی کئی مواقع پر مناظر قادیانیت کو یہی کہہ کر خاموش کیا ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی نے اس رسالے میں اور بھی بہت کچھ کہا ہے، مگر سب سے زیادہ خطرناک وہ بات ہے جو انہوں نے اپنے دوسرے رسالے "تصفیۃ العقائد" میں کہی ہے۔ ان کے نزدیک "دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے، جن میں سے ہر ایک کا حکم یکساں نہیں، ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں" تصفیۃ العقائد ص ۲۵)

اب آپ فرمایئے اس کذب صریح کی موجودگی میں مقام نبوت کی عظمت وعصمت کا کیا تصور رہ سکتا ہے۔ اگر نبی بھی صداقت وامانت کے معیار پر پورا نہیں اترتا تو اس کی تعلیمات کا شک سے پاک ہونا کیونکر ثابت ہوگا۔ کتاب وسنت مشکوک کرنے کیلئے اس سے بڑی سوا شیطان کے جسارت کون کرسکتا ہے۔ اگر دیوبند سے ختم نبوت سمیت کسی اور نبوی عظمت کا انکار نہ ہوتا تو بھی کیا اس سیاہی کا داغ دیوبند کے پیرہن سے کبھی اتر سکتا ہے۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس جملے کا تحذیر الناس والے جملے سے خاص لگاؤ ہے۔ "تحذیر" میں نبوت کا دروازہ کھولنے کی راہ ہموار کی گئی، چنانچہ اس کتابچے کی اشاعت کے چند سال بعد مرزا قادیانی نے دعوئے نبوت کردیا۔ تصفیہ العقائد میں مرزا قادیانی ہی کے اکاذیب کو تحفظ دیا گیا کیونکہ وہ کذاب ودجال تو تھا ہی، قاسم نانوتوی نے گویا سمجھادیا کہ مرزا جھوٹ بھی بولے تو بھی اس کی نبوت کے خلاف نہیں کیونکہ (معاذ اللہ) نبی کھلم کھلا جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔

قرآن پاک کو مشکوک ٹھہرانے کیلئے مقام نبوت کی یہی تشریح جو قاسم نانوتوی نے کی تھی، کافی تھی مگر دیوبندی طبیعت میں "نچلا پن" کہاں۔ انہوں نے معاذ اللہ اس سے بھی بڑا ناپاک معرکہ مارا یعنی امکان کذب کو نبوت تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ خداوند قدوس وسبوح کی ذات پاک کو بھی اس سے ملوث کرنا چاہا۔ چنانچہ انہوں نے اس عقیدے کا بانگ دہل انکار کیا کہ خدا کا سچا ہونا اس کی ذات کی طرح واجب نہیں ہے۔ جو لوگ علمائے اہلسنت اور علمائے دیوبند میں یہی فرق سمجھتے ہیں کہ ایک فریق ختم درود فاتحہ وغیرہ کا قائل ہے اور دوسرا اسے بدعت کہتا ہے۔ کھلی آنکھوں سے تحقیق کریں، یقیناً اختلاف فروعات میں ہی نہیں، اصول میں بھی ہے۔ خود سوچئے اس سے بڑا سانحہ کیا ہوسکتا ہے کہ بندہ اپنے خدا کے (معاذ اللہ) امکان کذب کا قائل ہو، جیسا اکابر دیوبند نے سمجھا (اور ان کی کئی کتابوں خصوصاً خلیل انبیٹھوی کی کتاب 'براہین قاطعہ' میں موجود ہے) اس کے برعکس اعلیحضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے اسی عقیدے کے رد میں کتاب 'سبحان السبوح' اور مرزا قادیانی نیز قاسم نانوتوی کے جواب میں کئی کتابیں لکھیں۔

اہل دیوبند اور اہل سنت میں کیا کیا فرق ہے، اس کیلئے غزالی زماں حضرت مولانا سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کی کتاب 'الحق المبین' دیکھئے۔ یہاں مقصود صرف اتنا ہے کہ یہ تھی دارالعلوم دیوبند کی ہولناک ابتدا یا قدم اولین۔ آگے کیا کیا ہوا اس مختصر سی تحریر میں گنجائش نہیں۔ صرف اتنا سمجھ لیجئے، جہاں عموماً کوئی بات اسلام کے فائدے کی آئی، فرزندان دیوبند نے شد ومد سے اس کا انکار کیا اور اسی اصول کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے قیام پاکستان کی مخالفت کی اور بانی پاکستان کو مسلمانوں کے برعکس قائداعظم کی بجائے (معاذ اللہ) کافراعظم کیا۔ ایسے مدرسے کی انگریز، گاندھی، نہرو، پٹیل، اندرا گاندھی جتنی تعریف کریں کم ہے اور اسے جو رعایت دیں تھوڑی ہے۔ مگر فرزندان اسلام کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا، چنانچہ پاکستان بن گیا تو یہاں بھی 'دیوبند' کو جامع ازہر (مصر) کی طرح ایک عظیم اسلامی دانشگاہ کے روپ میں پیش کیا گیا۔ مگر کیا اس سے علمائے دیوبند کے رویے میں کوئی لچک آئی اور کیا پاکستان کے بارے میں ان کا دل صاف ہوگیا، ہرگز نہیں۔

پاکستان کے بارے میں جو نظریہ ہندوستانی "دیوبندی" کا ہے، وہی پاکستانی یوبندی کا ہے۔ گزشتہ دنوں پاکستان کی سرزمین میں جو 'دیوبند کانفرنس' منعقد ہوئی، اس میں مولانا اسعد مدنی نے کیا کیا گل کھلائے اور کس طرح حکومت ہند کا نمک حلال کیا مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا پاکستانی دیوبندی نے اس کا منہ بند کیا اور کیا مولانا فضل الرحمٰن نے جو اس کے میزبان ومہتمم تھے، کوئی احتجاج کیا، ہرگز نہیں پاکستان کے مخالفین جہاں بھی ہیں اور جس لبادے میں بھی ہیں، مخالفین ہی ہیں۔ خود اسی فضل الرحمٰن نے بینظیر بھٹو کی وزارت عظمیٰ کے دور میں پاکستان کو اس صدی کا سب سے بڑا فراڈ کہا تھا۔ اسی "ہدیہ عقیدت" سے خوش ہوکر بھٹو صاحبہ نے اس پر عنایات کے دروازے کھول دیئے تھے۔ یہی فضل الرحمٰن ہے، جس کے باپ مفتی محمود نے بینظیر بھٹو کے باپ ذوالفقار بھٹو کے زمانے میں کہا تھا 'خدا کا شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں ہوئے' معاذ اللہ۔ اسی کا بروقت جواب مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار نیازی علیہ الرحمۃ نے دیتے ہوئے کہا تھا "او مفتے

،کیا بک رہے ہو، خدا کا شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے ثواب میں شریک تھے'

افسوسناک بے حسی:

یہ صورتحال کس قدر افسوسناک ہے کہ ایک شخص ملک کا وزیر اعظم ہے، یا حزب مخالف کا صدر، اتنے اہم منصب پر فائز ہونے کے باوجود نہ حکومت کسی سے تعرض کرتی ہے اور نہ حکومت کے مخالفین مثلاً مفتی محمود نے جو ایسا ناپاک جملہ کہا تو حکومت کو نوٹس لینا چاہئے تھا۔ اور ساتھ ہی حزب مخالف کو مجموعی طور پر "پاکستانیت" کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے اپنی جماعت یا اپنے اتحاد کی صدارت سے الگ کر دینا چاہئے تھا مگر ایسا نہ ہوا۔ پھر فضل الرحمٰن نے اس وطن پاک کی توہین کی تو بے نظیر بھٹو کو وزیر اعظم کے عہدے کی لاج رکھنی چاہئے تھی مگر اس نے بھی کمال بے غیرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے امور خارجہ کی کمیٹی کا چیئر مین بنا دیا۔ اس سے بھی پہلے کا ایک واقعہ ہے کہ غالباً سیارہ ڈائجسٹ کے مارچ، اپریل اور مئی (۱۹۷۲ء) کے شماروں میں ایک مضمون بالاقساط چھپتا رہا۔ اس کے لکھنے والے ابوالاثر حفیظ جالندھری مرحوم تھے اور انہوں نے بڑی تفصیل سے لکھا تھا کہ کس طرح روس کی حکومت نے فیض احمد فیض جیسے غدار شاعروں کے مشورے سے انہیں اپنے ملک میں بلا کر پاکستان کو توڑنے کی سازش کرنا چاہی تو انہوں نے دوٹوک انداز میں یو۔ ایس۔ ایس۔ آر کے صدر خروشیف سے کہا 'جو پاکستان توڑنے کی کوشش کرے گا، میں اس کے منہ پر تھوکوں گا' پھر کس طرح انہیں جان سے مار دینے کی سازش کی گئی، مگر چین کے ایک صوبے کی مسلمان وزیر تعلیم (عورت) نے اپنے جہاز میں انہیں بٹھا کر چین کے ذریعے پاکستان بھیجا۔ میں حیران تھا کہ حفیظ جالندھری نے بڑے واضح انداز میں ایک غدار کی نشاندہی کر دی ہے۔ اب حکومت پاکستان اس سے ضرور باز پرس کرے گی اور ذوالفقار بھٹو جیسا بھی ہے، اسے معاف نہیں کرے گا۔ یا اگر یہ مضمون غلط ہے تو حفیظ سے جواب طلبی ہونی چاہئے مگر کچھ بھی نہیں ہوا۔ ہماری حکومتی اور عوامی اجتماعی بے حسی ہے کہ جو چاہتا ہے قائداعظم کو گالیاں دیتا ہے اور جو چاہتا ہے حضرت اقبال کو برا بھلا کہنے لگتا ہے۔

حالانکہ یہ دونوں ہمارے عظیم قومی محسن ہیں جنہوں نے ملت کو بیدار کیا اور اسے پاکستان لے کر دیا۔ شاید کسی بھی نظریاتی ملک میں ملک وملت کے محسنوں کے خلاف ایسی جسارت برداشت نہیں کی جاتی، مگر کیا کریں، پاکستان کے ایک تو حاکم بڑے 'صابر' ہیں اور دوسرے عوام کی تربیت ہی اس نہج پر نہیں ہوئی...... اسلام دشمن طاقتیں جانتی ہیں کہ کفر کی یلغار کے سامنے اگر کوئی سد سکندری ہے تو وہ پاکستان ہے...... وہ اسے ہر قیمت پر تباہ و برباد کرنا چاہتی ہیں۔ حاکموں کو ذرا دھمکا کر شکار کر لیتی ہیں اور وطن دشمنوں کو روپے پیسے کا لالچ دے کر، غیروں کی وجہ سے ملت کے اندرونی غدار اس قدر مضبوط ہو جاتے ہیں کہ حکومت ان پر مقدمہ نہیں چلا سکتی۔ انہیں قید نہیں کر سکتی، بلکہ ان کے اشارے پر چلنے کی کوشش کرتی ہے اگرچہ ان کی تعداد بہت ہی کم ہو، دیکھئے جب بھی پاکستان کے فائدے کی بات ہوگی، یہ غدار اسکی مخالفت کریں گے اور وفادار اس کی حمایت مگر حکومت پر وفاداروں کی کثرتِ تعداد کا بھی اثر نہیں، غداروں کا اثر ہے۔ مثال کے طور پر کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا مسئلہ لے لیجئے، اس میں پاکستان کا مفاد ہے، بڑے بڑے چیف انجینئر کہہ رہے ہیں کہ اس کا متبادل کوئی نہیں اور اگر اسے تعمیر نہ کیا گیا تو پاکستان کو ناقابل تلافی نقصان ہوگا مگر کتنی حکومتیں آئیں اور گئیں مگر کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ اس کی تعمیر کر سکے کیونکہ تھوڑے سے غداروں کے پیچھے امریکہ بھی تو ہے، امید تھی موجودہ فوجی حکومت کے سر یہ سہرا بندھے گا مگر افسوس اس سلسلے میں یہ گزشتہ کمزور جمہوری حکومتوں سے بھی زیادہ کمزوری کا ثبوت دے رہی ہے۔ جناب پرویز مشرف پہلے پہل خود مخالفین کو مطمئن کرتے تھے اور اس ڈیم کی تعمیر کو ضروری سمجھتے تھے مگر نجانے پھر کیا ہوا، وہ بالکل ہی بدل گئے۔

موجودہ حکومت:

موجودہ حکومت سے یہی شکایت نہیں کہ یہ پہلے حاکموں کی طرح غداروں کے شکنجے میں آئی ہوئی ہے، اس سے یہ بھی گلہ ہے کہ اس کی کابینہ کے لوگ بھی ملی پیمانے پر پورے نہیں اترتے اور ایسے لوگ جن کے دل و دماغ پر "غیر" کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔ اس (کابینہ) میں بھی شامل ہیں۔ سابقہ حکومت نے وطن دشمن این۔ جی۔ اوز کا محاسبہ کیا اور شاید اس کا یہی ایک کارنامہ ہے جو جاذب فکر ونظر ہے مگر موجودہ حکومت نے این۔ جی۔ اوز کو اب تک کھلی چھٹی دے رکھی ہے اور وہ وطن دشمن این جی اوز جو اس کے ایٹمی پروگرام کے خلاف نعرے لگاتے ہیں، ہماری کابینہ کے بعض افراد کے زیرنگیں ہیں، ہمارے مشرف صاحب کی بے بسی دیکھئے، اپنی کابینہ سے ان گندے انڈوں کو نکال باہر پھینکتے ہیں اور نہ پاکستان کو گالی دینے والے نمک حراموں سے کوئی باز پرس کرتے ہیں۔

بظاہر یوں لگتا ہے جیسے موجود حکومت اصلاح کار کیلئے میدان میں نہیں آئی بلکہ خرابیوں میں مزید شدت پیدا کرنے کیلئے برسر اقتدار آئی ہے۔ وزیر خزانہ کی پالیسیاں ہوں یا وزیر تعلیم کی، تقریباً سب کی سب نقصان دہ ہیں۔ وزیر خزانہ ہیں کہ قوم کو پہلے سے بھی زیادہ مقروض کرنے پہ تلے ہوئے ہیں اور وزیر تعلیم ہیں کہ انہیں اصلاح سے شاید کوئی دلچسپی نہیں۔ پہلی جماعت سے انگریزی کی ابتدا انگریزوں کے دور میں بھی نہیں ہوئی تھی مگر پاکستان کے خود فروش حاکموں نے اپنے غیر ملکی حاکموں کو خوش کرنے کیلئے قوم کیلئے یہ زہر بھی گوارا کر لیا۔ ننھے منے بچے، دبلے پتلے جسم اور بھاری بھر کم بستے، کون اس صورت حال کا مداوا کرے؟ اس حکومت سے توقع تھی مگر افسوس اب بھی یہاں وہ کچھ ہوتا ہے جو ہمارے دشمن چاہتے ہیں، وہ نہیں ہوتا جو ملی تقاضوں سے ہم آہنگ ہو اور قومی ضروریات کے مطابق ہو۔ غضب ہے انگریزی پہلی جماعت سے شروع اور قرآنِ ناظرہ جو نویں دسویں کے نصاب میں تھا، ایک خبر کے مطابق ختم کر دیا گیا۔

جنرل پرویز مشرف بزرگوں کی اولاد میں سے ہیں اور سلسلہ چشتیہ نقشبندیہ سے ان کا تعلق ہے (جیسا کہ نوائے وقت لاہور مورخہ 10 جولائی 2001ء کی ایک خبر سے ظاہر ہے) انہیں ساری صورتحال پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔ اپنی کابینہ سے ان تمام کالی بھیڑوں کو نکال دینا چاہئے، جو ان کی رسوائی کا باعث بن رہی ہیں۔ "ذرائع ابلاغ" کی تطہیر کرنی چاہئے۔ اسلام دشمن قوتیں مسلمان نوجوان کو عیاش و آوارہ و بے حیا دیکھنا چاہتی ہیں اور ہمارے ذرائع ابلاغ دشمنوں کے مقاصد کی آبیاری ہی کرتے نظر آتے ہیں۔ ازراہ کرم! یہ از حد ضروری مسئلہ ہے، اسے اولین فرصت میں حل کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ مہنگائی کا عفریت عوام کو ہراساں اور ناامید کر رہا ہے، اس سے عوام کو نجات دلایئے۔

چند تجاویز:

پاکستانی قوم کا جو مال لٹیروں نے دوسرے ملکوں میں چھپا رکھا ہے، اسے منگوایئے۔ زکوٰۃ کا نظام معیاری بنایئے۔ کتنی تکلیف دہ بات ہے کہ آپ کے دور میں خصوصاً کنبے کا سربراہ خود اپنے آپ کو بھی اور اپنے سارے خاندان کو تہ تیغ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ بجلی عوام پر جو بجلی گرا رہی ہے اور جس تابڑ توڑ انداز میں اس کے اور پٹرول وغیرہ کے نرخ بڑھ رہے ہیں، نہایت ہی شرمناک ہے ...... ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ کم از کم غرباء کو آپ کے دور میں کچھ سہولتیں ملتیں مگر افسوس بجلی کے میٹر بھی تیز رفتار لگا کر دیئے گئے اور یونٹ کے نرخ بار بار بڑھا دیئے گئے ...... کاش پرویز مشرف عوام کی پریشانیوں کو سامنے رکھ کر اپنے خفیہ ذرائع سے ان تمام لوگوں کی فہرستیں تیار کراتے جو نانِ شبینہ تک کے محتاج ہیں اور جن کا کوئی پرسان حال نہیں۔ یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ پچھلی حکومتوں کے "ہر نقش کہن" کے مٹانے کے شوق میں گزشتہ ادوار کے ملازمین کو فارغ کیا جا رہا ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ان کے غلط کام ختم کئے جاتے نہ یہ کہ اگر ان سے بھولے سے کوئی نیکی ہو گئی ہے تو اسے بھی برباد کیا جائے۔ یہ چھوٹے چھوٹے ملازم، یہ بلدیاتی اداروں کے اساتذہ نجانے کن کٹھن مرحلوں کے بعد ملازمت سے "مشرف" ہوئے اب ان کو نکال کر قوم کے بے روزگاروں میں ہی اضافہ کرنا ہے، اور کیا ہے۔

حکومت نے ناجائز ہتھیاروں پر جو پابندی عائد کی ہے، خوش آئند ہے۔ یقیناً امن و امان کا مسئلہ بہت ہی مخدوش ہے اور امید ہے اس پابندی سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوگا۔ اگر حکومت اس اقدام میں کامیاب ہو جاتی ہے تو یقیناً یہ بڑی کامیابی ہے۔ ہمارے ہاں کی جہادی تنظیموں میں ایسی بھی ہیں جو کشمیر میں کم اور پاکستان میں زیادہ جہاد کرتی ہیں۔ ان کے بعض جیالے ہر کہیں کلاشنکوفوں کا مظاہرہ کر کے عوام کو ہراساں کرتے ہیں۔

فرقہ واریت کا خاتمہ:

پاکستان کی مضبوطی کیلئے ضروری ہے کہ یہاں اتحاد کی فضا قائم کی جائے۔ فرقہ واریت کا زہر معاشرے میں ناسور کی طرح پھیل رہا ہے۔ حکومت کو ہر ایسے شخص کا سخت نوٹس لینا چاہئے جو قوم میں انتشار و افتراق پھیلا رہا ہے۔ اگر خود حکومت اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو جائے اور ہر مفسد کو قرار واقعی سزا دے تو شاید بڑی آسانی سے صورتحال ٹھیک ہو جائے۔ ہمارا اپنا رویہ بھی بہت مثالی نہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ حکومت کے نوٹس نہ لینے کی بناء پر ہی ہمیں میدان میں آنا پڑا۔ مثلاً "لشکر طیبہ" ایک جہادی تنظیم کے اعتبار سے سامنے آئی، اسے چاہئے تھا کہ خود کو جہاد تک محدود رکھتی۔ مگر اس کے نامور امیر حافظ سعید نے اپنے مجلّہ "الدعوۃ" کے ذریعے بدترین قسم کی فساد انگیزی سے بھی گریز نہیں کیا اور متواتر بارہ (۱۲) سال سے اکابر اسلام اور عظیم صوفیہ جن کے دم قدم سے لاکھوں کروڑوں انسانوں کو ایمان ملا اور لاکھوں کروڑوں اسلام پر قائم ہیں، کی شان میں ہرزہ سرائی کر رہا ہے۔ اس بدبخت انسان نے مقربان الٰہی پر شرک و کفر کے فتوے لگائے اور حضرت بایزید بسطامی، حضرت داتا گنج بخش اور حضرت مولانا روم رضی اللہ عنہم جیسی شخصیات کے خلاف زہر اگلتا رہا۔ جب پانی سر سے گزر گیا تو ہم نے "الحقیقہ" کے ذریعے اس کا تعاقب کیا۔ قارئین جانتے ہیں کہ تا حال ہم اس کے فکری سوتوں کا پوسٹ مارٹم کر رہے ہیں، انشاء اللہ پھر اس کے ایک ایک مضمون کا جواب دیں گے۔ وہ مقدس لوگ جن سے پاکستان کے کروڑوں لوگوں کا جذباتی و روحانی تعلق ہے، انہیں سرعام سب سے برا نام یعنی مشرک کہنا اور ان کی سورج سے زیادہ روشن سیرت کا مذاق اڑانا کہاں کی انسانیت اور کہاں کی توحید ہے۔ مگر یہ سب کچھ ہوا اور کسی نے اس کو لگام نہ دی تو مجبوراً ہم آگے بڑھے اور دنیا جانتی ہے، ہمارے انداز میں کتنی صداقت اور ہماری نیت میں کتنی صفائی ہے، ہم پوری دیانتداری سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر حافظ سعید اکابر اسلام کو برا کہنے، انہیں کافر و مشرک گرداننے اور ان کا مذاق اڑانے سے توبہ کر لے تو ہم بھی اس کا پیچھا نہیں کریں گے۔ اسے معلوم ہونا چاہئے کہ گستاخ ولی کیلئے حدیث بخاری میں سخت ترین وعید ہے یعنی......

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ (جس نے بھی میرے کسی ولی سے دشمنی کی سو میں نے اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا)

اور آنجناب اللہ کے سارے ولیوں کے دشمن ہیں، آپ کے خلاف اللہ کا اعلان جنگ کتنا شدید ہوگا۔

حافظ سعید کے اکابر ملت پر فتوے سے خارجیوں کا معاذ اللہ وہ فتویٰ کفر یاد آ جاتا ہے، جو انہوں نے مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ذات ستودہ صفات پر لگایا تھا، کتنی عجیب صورت حال تھی کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں:

عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِیٍّ (صواعق محرقہ) (علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ)

زبان رسالت کے مطابق جو ہر وقت قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن ہر وقت جس کے ساتھ ہے، اسی پر خارجی قرآن پاک کے حوالے سے فتویٰ لگا رہے ہیں تو یہ فتویٰ خارجیوں کی اپنی خارجیت کی دلیل ہے نہ کہ جناب مشکل کشا کے برسرغلط ہونے کی ۔ حافظ سعید کو بھی اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے ۔ اکابر اولیا کے خلاف سعید اینڈ پارٹی کی یاوہ گوئی خود اس کی گمراہی کی دلیل ہے نہ کہ پاکان امت کی معاذ اللہ گمراہی کی ۔ مولانا روم علیہ الرضوان فرماتے ہیں ......

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنہء پاکاں رند

یعنی جب خداوند کریم کسی بد بخت انسان کی پردہ دری کرنا چاہتا ہے تو اس کی ظاہری علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ اولیا کا گستاخ ہو جاتا ہے۔

اگر حافظ سعید خارجیوں کی مثال سے مطمئن نہیں ہوئے تو ایک اور مثال پر غور فرمائیں، قرآن پاک فرماتا ہے، فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کے دوران یہ بھی کہا۔

وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (تو نے کیا اپنا وہ کام جو تو نے کیا اور تو کافروں میں سے ہے) (الشعرآء ...... ١٩)

ہم یہی سمجھانا چاہتے ہیں کہ اگر تمہاری پارٹی ان پاکانِ امت اور مقربانِ بارگاہ کو کافر و مشرک کہہ رہی ہے تو نئی بات نہیں ہے، تم سے پہلے خارجیوں نے بھی ''تحکیم'' کو بہانہ بنا کر خلیفہ چہارم داماد رسول زوج بتول حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور بعض دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہی کہا تھا اور ان سے بہت پہلے فرعون جیسے بد بخت نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی شان اقدس میں یہی لفظ ''کافر'' بولا تھا۔

ہمیں ''الدعوۃ'' سے اس لئے بھی کد ہے کہ اس نے تاریخ اسلام کو مسخ کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ حکومت کو، مشائخ عظام کو، علمائے حق پرست کو، ملت کے بہی خواہوں کو اور عام لوگوں کو بلکہ خود اہل حدیث کہلانے والوں کو حافظ سعید کا نوٹس لینا چاہئے، کیونکہ ہم نے مختلف مکاتب فکر کا لٹریچر اچھی خاصی مقدار میں پڑھا ہے، کسی نے بھی اس حد تک دریدہ دہنی اور بدزبانی کا ثبوت نہیں دیا جو ''الدعوۃ'' کے مضمون نگاروں نے دیا ہے۔ یوں لگتا ہے سب اس ''سعید'' کی صحبت میں رہ کر شقی ہو گئے ہیں۔ اہل حدیث کہلانے والوں میں غزنوی خاندان، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور ان سب سے بڑھ کر قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی تصانیف دیکھئے، کہیں یہ دلآزاری کا انداز نہیں۔

بہر حال پاکستان کو مضبوط بنانے کیلئے ''فرقہ واریت'' کے جن کو اعتدال کی بوتل میں بند کرنا ہوگا۔ تمام لوگ اپنے اپنے عقائد پر قائم رہیں مگر دوسروں کا دل نہ دکھائیں، کسی فرقے کا کوئی بھی شخص زیادتی کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے سزا دی جائے اور قطعاً رو رعایت نہ کی جائے۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حکومت کے بعض ارکان خود انصاف نہیں کرتے اور اپنے اپنے فرقے کی بے جا طرفداری کرتے ہیں۔ افسروں کی یہ لڑائی ختم ہو جائے تو شاید منظر عام پر بھی سکون ہو جائے۔ اس کے علاوہ حکومت اگر خود سنجیدگی سے اس انتشار کو روکنا چاہتی ہے تو پاکستان کی تاریخ میں کئی بار مختلف مکاتب فکر کے علماء نے ضابطہ ہائے اخلاق متفقہ رائے سے مرتب کئے ہیں، ان کی پابندی کرائی جائے۔

یہ ہیں پاکستان کو مضبوط کرنے کی چند تدابیر...... مگر ان سب میں اہم یہی ہے کہ کارکنان حکومت غیرت اسلامی سے مالا مال ہو کر قوم کو اس جذبے سے سرشار کر دیں، ہمارا نصاب تعلیم، ہمارے تعلیمی ادارے، ہمارے ذرائع ابلاغ قوم کے نوجوانوں میں پاکستان اور بانیان پاکستان کی محبت و غیرت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ پاکستان کا پس منظر، انگریزوں اور ہندوؤں کی ملی بھگت، ایک نئے خطہ ارضی کی ضرورت، پاکستان کے فوائد و برکات ذہن نشین کرائے جائیں۔ یہ کتنے دکھ کی بات ہے پاکستان میں ہندوستان کے جو ثقافتی طائفے آتے ہیں وہ عموماً یہاں آ کر بھی نظریہ پاکستان کے خلاف زہر اگلتے ہیں اور یہاں سے جو طائفے انڈیا جاتے ہیں وہ بھی وہاں جا کر اپنے ہی نظریہ پاکستان کی تضحیک کرتے ہیں، حکومت اتنی غیرتمند ہونی چاہئے کہ اس قسم کے بھارتی دانشوروں کے پاکستان میں داخلے پر پابندی لگا دے اور جو ایسے بد بخت انڈیا جا کر بہک جاتے ہیں، ان پر غداری کا مقدمہ قائم کرے۔

پاکستان کی بقا و سالمیت کیلئے سب سے زیادہ ضروری یہاں اسلام کا تحفظ و نفاذ ہے۔ ملکی غیرت سے بھی زیادہ ملی و دینی غیرت کی ضرورت ہے۔ اسلام، ایمان، قرآن کے خلاف کسی کو ہرزہ سرائی نہ کرنے دی جائے۔ سزائے موت جو گستاخ رسول کیلئے مقرر ہے، اس پر سختی سے عمل کیا جائے۔ حکمران حضور پرنور ﷺ کی غلامی پر اسی طرح فخر کریں جس طرح حضرت اقبال اور حضرت قائد اعظم فخر کیا کرتے تھے۔ یہ بات راعی اور رعایا کے دماغ میں جم جانی چاہئے کہ......

ع قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں 'ہم' بھی نہیں

اور ساری تحریر کا خلاصہ وہی ہے جو جواب شکوہ میں علامہ اقبال نے خداوند کریم کی طرف سے بتایا ہے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

خادم دربار حضور نقش لاثانی

......آسی......

قسط نمبر ۸

توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات

یہ تین کرامتیں

امام الاولیاء مقدام الاصفیا حضرت غوث اعظم قدس سرہ کی ان کرامات پر غور کیجئے۔

۱) ان میں سے پہلی کا تعلق ایک پرانے مردے کو دوبارہ زندہ کرنے سے ہے۔ اللہ نے یہ معجزہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، توحید کو مدلل ترین طریقے سے پیش کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ السلام کو عطا فرمایا۔ یقیناً یہ اس بات کا زندہ ثبوت تھا کہ خدائے بزرگ و برتر، قادر مطلق ہے اور سب کچھ کرسکتا ہے حتیٰ کہ مردے بھی زندہ کرسکتا ہے۔ پھر ایک ہے مردے کو زندہ کرنا، ایک اس طرح زندہ کرنا کہ گاتا ہوا اٹھے، ممکن ہے عقل تیرہ، یہاں تک مان جاتی کہ واقعی اللہ مردے زندہ کرسکتا ہے مگر یہ بات کہ مردے کو گویے کی حیثیت سے زندہ کرے، یہ بہت مشکل ہے۔ چنانچہ بحث و جدال کرنیوالے عیسائی نے اسے تسلیم کیا کہ یوں مردہ زندہ کرنا اور بھی بڑا کمال ہے۔ اس موقعے پر جب کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے بھی افضل کہہ رہا ہو۔ ضروری تھا بلکہ اللہ کی غیرت کا اپنا تقاضا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے کمالات سے بڑا کمال ظاہر کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بظاہر یہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت تھی مگر بہ باطن یہ حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات کا معجزہ بھی تھا۔ کیونکہ مسلم ہے۔

کَرَامَاتُ الْاَوْلِیَآءِ مُعْجِزَاتُ الْاَنْبِیَآءِ

یعنی اولیاء کی کرامات انبیاء علیہم السلام کے معجزات ہوتی ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور واحد و یکتا ہونے کا ثبوت بھی۔ چنانچہ اس کا اثر بھی ہوا اور عیسائی مسلمان ہوگیا۔ ایسے ہی تاریخ میں ہزاروں لاکھوں افراد ہیں جو کرامات دیکھ کر مسلمان ہوئے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ توحید کا علمبردار یہ معجزات و کرامات بیان کرے۔ اور اپنے اللہ جل جلالہ کی وحدت و عظمت کے جیتے جاگتے ثبوت پیش کر کے ذہنوں کے شکوک و شبہات دور کرے نہ یہ کہ مشرک گری اور تکفیر کی تلوار سے ہر بندۂ خدا پر حملہ آور ہوتا رہے اور اناپ شناپ جو منہ میں آئے بکتا رہے۔ اگر ہمیں اللہ ہی کے لئے کسی سے محبت ہو تو وہ لوگ جنھوں نے ہر دور میں اللہ کے دشمنوں کا مقابلہ کر کے توحید کا علم بلند کیا اور ہم جیسے لوگوں کو کلمہ توحید سکھایا۔ ہماری محبت کے زیادہ مستحق ہیں۔ بلکہ یہ تکمیل ایمان کی شرط ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔

اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ (ابوداؤد)

ترجمہ: بیشک اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ عمل یہ ہے کہ اللہ ہی کیلئے محبت ہو، اللہ ہی کیلئے بغض۔

اللہ کے لئے محبت کی جائے تو تکمیل ایمان کا سبب ہے۔ مگر یہ کن سے ہوگی، یقیناً ان سے جنھوں نے اللہ کی محبت میں اپنا سب کچھ تج دیا اور اس کے عشق میں ڈوب کر اس کے ہر دشمن سے مقابلہ کیا بلکہ اسے اپنے خداداد کمالات سے توڑ پھوڑ کے رکھ دیا۔ کلمہ حق بلند کیا اور توحید کو دل و دماغ میں اتار دیا۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ کرامت پڑھ کر ان کا احسان مند ہونا چاہیے۔ انہیں محی الدین (دین کو زندہ کرنیوالا) سمجھنا چاہیے۔ ان کی عظمتوں کا چرچا کرنا چاہیے (کیونکہ یہ دراصل توحید۔ ایمان۔ اسلام۔ فیض روحانی کا چرچا ہے۔) نہ کہ ان کے کمالات کا انکار کریں۔ ان کے کمالات کا انکار تو اسلام کے دشمن کریں، توحید کے باغی کریں، تشکیک والحاد کے مریض کریں، شرک کے رسیا کریں۔ مسلمان اور اسلام کے خیر خواہ کیوں کریں۔ یقین جانیں اگر ان باتوں کو سمجھنے کے بعد، اور بیشک یہ باتیں بدیہی و بنیادی ہیں ان میں کوئی ایچ پیچ نہیں۔ کوئی شخص اللہ والوں کے خلاف بکتا ہے تو اسلام دشمنوں کا ایجنٹ ہے۔ اللہ والا نہیں۔

۲) اسی طرح آپ کی دوسری کرامت پر غور فرمائیں۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ حضرت شہاب الدین سہروردی (جو شیخ سعدی کے شیخ اور سلسلہ سہروردیہ کے بانی ہوئے ہیں) جوانی میں فلسفہ وکلام میں مشغول ہو گئے۔ ایسے لوگ دور حاضر میں بھی ہوتے ہیں۔ انسان بعض دفعہ ان کی ظاہری صورت حال پر پریشان ہو جاتا ہے اور اس وسوسے کا شکار ہو جاتا ہے کہ کیا خدا بھی اس کو ہدایت کی توفیق دے سکتا ہے یا نہیں...... اور جب تک وہ ہدایت پر نہ آئے قدرت خداوندی کے بارے میں اسی گومگو میں گرفتار رہتا ہے۔ کتنے علماء ہیں دور حاضر میں جنہوں نے فلسفہ زدہ نوجوانوں کو ان کے مخمصوں سے نکالا ہے۔ جنھوں نے کسی کے دل ودماغ کو انوار توحید سے روشن کر کے فلسفہ وتشکیک سے نجات بخشی ہے۔ محض مناظرہ ومجادلہ تو کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتا اور اس قسم کے لوگ اس سے کوئی فائدہ اٹھا ہی نہیں سکتے۔ ہر بات پر کیوں، کیسے، کیا، وغیرہ ان کی طبیعت پر چھایا ہوتا ہے۔ پھر اکثر وبیشتر وہ ہدایت پر آنے کی آرزو ہی نہیں یعنی بیماری دل میں وہ مبتلا ہوتے ہیں۔ اسے بیماری سمجھتے ہی نہیں ہیں کتنی پیچیدہ اور مایوس کن ہے یہ صورت حال۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی حال تھا۔ چنانچہ وہ خود ہدایت طلبی کے لئے نہیں آئے تھے۔ ان کے چچا ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی قدس سرہ انہیں حضور غوث پاک کی خدمت میں لائے تھے۔ مریض دار الشفاء میں پہنچ گیا۔ کوئی بحث نہیں چھڑی۔ کسی بات سے استدلال نہیں کیا۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ سے فرمایا:

اس فن کی تم نے کون کون سی کتاب پڑھی ہے۔

کتابوں کے نام بتائے گئے تو آپ نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پر رکھا جس سے انہیں ان کتابوں کا ایک لفظ تک یاد نہیں رہا۔ بلکہ فلسفے کا تمام علم سینے سے نکل گیا اور علم لدنی حاصل ہو گیا۔

فرمایئے فلسفے کا اس طرح دل ودماغ سے نکل جانا اور علم لدنی سے سینہ بھر جانا، کیا اللہ کی قدرت کاملہ کی ایک لاجواب دلیل نہیں۔ میری باتوں کو پھر غور سے پڑھیے اور قرآن حکیم کی اس آیت پر غور کیجئے:

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○

ترجمہ:۔ بیشک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔

اللہ کی رحمت ان مخلص بندگان خدا کے کس قدر قریب ہے کیا اس واقعے سے کچھ نہ کچھ اندازہ ہو جاتا ہے۔ اور کیا یہ واقعہ اس آیت کی تفسیر کا منہ بولتا ثبوت نہیں ہے۔

اس بات پر بھی غور کیجئے، کیا احادیث میں اس قسم کے واقعات نہیں ملتے کہ حضور پرنور ﷺ نے کسی کے سینے پر ہاتھ رکھا تو اس میں ایمان بھر دیا اور کسی کا تذبذب دور کر دیا۔ کسی میں محبت کا نور بھر دیا۔ یہ جو حضور پرنور ﷺ کے اس قسم کے معجزات ہیں ان میں حضور ﷺ کا وارث کون ہے۔؟ کیا آپ نے یہ حدیث پاک نہیں پڑھی۔

اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، دارمی)

ترجمہ:۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

یہ کون کون سے علماء ہیں یقیناً جو سیرت وصورت، اور ظاہری وباطنی کمالات میں محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا کی نمائندگی کرتے ہیں۔ چنانچہ حضور غوث الوریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کے وہ لوگ جو اس قسم کے معجزات کے بارے میں خصوصاً اور عام اسلامی نظام عقائد وعبادات کے بارے میں شکوک وشبہات میں پھنس کے رہ گئے تھے، انہیں آپ ہی کے تصرفات سے ایمان پر اطمینان حاصل ہوا۔ پھر سوچئے اور فرمایئے کیا یہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کم احسان ہے۔ اسی لئے حضور داتا گنج بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب مستطاب کشف المحجوب میں ثابت کیا ہے کہ کرامت برہان نبوت ہے۔ اس نکتے کو بھی سامنے رکھئے کہ جب ہمارے پیارے پیغمبر حضور احمد مجتبیٰ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کسی اور کو نبی بن کر آنا محال ہے تو دلوں کے اطمینان کے لئے انبیاء کی جگہ انکے وارثوں کو یعنی علمائے حق کو لینی چاہئے تھی یا نہیں۔ اور یہ وارث ان کے کمالات روحانی کی نمائندگی نہ کر سکیں تو وارث کس معنے میں ہوں گے۔ مختصر یہ کہ غوث اعظم اور دوسرے اولیائے کرام کی کرامات اسلام کی حقانیت کا دوٹوک انداز میں اظہار کے لئے ضروری ہیں۔ ہر دور میں ان کرامات نے بڑے بڑے بیڑے ترائے ہیں۔

پھر اس کرامت کے سلسلے میں اس حدیث کو بھی پیش نظر رکھیں جس کے بعض اجزاء بار بار اس مضمون میں حسب موقع آرہے ہیں۔ اس کا ایک جزو یہ ہے۔

وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا (بخاری شریف)

ترجمہ:۔ یعنی اللہ فرماتا ہے ''اور میں اس (بندۂ محبوب ومقرب) کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔''

یہ نبی کا مقام نہیں، وہ تو بہت بلند و بالا ہے، یہ اس بندۂ محبوب کا مقام ہے جو کثرت نوافل سے قرب خداوندی کی اس بلندی تک پہنچتا ہے۔

۳)...... اب آیئے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیسری کرامت کی طرف جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے شیخ منصور بن مبارک علیہ الرحمۃ کے بقول وہ فلسفے کی ایک کتاب لے کر حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا 'یہ کتاب تیرا برا ساتھی ہے' اسے چھوڑ دو۔ انہوں نے تامل کیا آپ نے اسے کھولنے کا حکم دیا۔ منصور نے کتاب کھولی تو کسی صفحے پر کوئی حرف نہیں رہ گیا تھا۔ پھر کتاب آپ نے اپنے دست مبارک میں لی اور اس کی ورق گردانی کرتے ہوئے فرمایا 'یہ فضائل قرآنی کی کتاب ہے اور ابن الفریس کی تصنیف ہے۔ انہوں نے توجہ کی اور ان کے دل سے سارا فلسفہ نکل گیا۔ گویا ہاتھ بھی سینے پر نہیں مارا۔ اور محض توجہ اور ارادے سے دل کو پاک وصاف کر دیا۔ جس طرح محبوبان خدا کا ہاتھ دست قدرت کا مظہر ہوتا ہے، یونہی ان اہل رضا کا ارادہ ''ارادۂ الٰہیہ کا'' نمائندہ بن جاتا ہے۔

فرمایئے! ایک کم نظر آدمی دور حاضر کے پریس وغیرہ کو دیکھ کر یورپین تہذیب اور سائنسی ترقی کے سامنے احساس کمتری کا شکار ہو جائے اور اپنے بزرگوں کے روحانی کمالات وتصرفات کو ان کے مقابلے میں کم تر سمجھنے لگے تو دراصل وہ قرآنی فیوضات و برکات کو (معاذ اللہ) کم تر خیال کرنے لگے گا۔ اس قسم کے واقعات ایسے تمام شکوک وشبہات کا ازالہ ہی نہیں کرتے، اپنے بزرگوں کے روحانی کمالات اور قرآنی فیوضات کی عظمت و وسعت کا نقش ذہنوں پر بٹھا دیتے ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے موجودہ دور میں جو حیرت انگیز ایجادات سے مالا مال ہے اور کمپیوٹر، انٹرنیٹ وغیرہ نے تو اس کی ترقی کو چار چاند لگا دیئے ہیں، کیا اس قسم کا واقعہ سنا ہے، ایک لمحہ میں بغیر کسی ظاہری سبب کے ساری کتاب کے حروف ملیا میٹ ہو جائیں اور دوسرے لمحے میں انہیں کاغذات پر نہایت خوش خطی کے ساتھ دوسری مطلوبہ کتاب چھپ جائے۔ خدانخواستہ حضور غوث پاک اور دوسرے اولیا کی کرامات کی بارش نہ ہوتی تو دور حاضر کے بہت سے لوگ یہ کہہ کر بے دین ہو جاتے کہ نبی سے سائنسدان زیادہ طاقتور ہوتا ہے اور علم قرآن سے علم سائنس زیادہ طاقت کا پیش خیمہ بن سکتے ہیں۔ جب ہم یہ کہتے ہیں، اللہ کسی سبب کا محتاج نہیں بلکہ سارے اسباب کا مسبب وخالق ہے تو اس نکتہ توحید کی وضاحت ایسے ہی واقعات سے ہوتی ہے، سائنسدان علم وتحقیق کے راستے پر کئی فتوحات حاصل کر سکتا ہے مگر وہ قدرت الٰہیہ کے کمال ''کن'' کا مظہر نہیں بن سکتا۔ ایسا مظہر تو اس کا بندہ محبوب ومقرب ہی بن سکتا ہے، جس کے اعضا و جوارح میں اللہ کے نور جلال کی تجلیات ہوں، چنانچہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ تیسری کرامت اس حقیقت کا ایک بین ثبوت ہے۔

سوچتے جایئے ''توحید'' کے نام پر توحید کے اصل علمبرداروں یعنی اولیاء کے منکرین توحید سے کتنے دور ہیں اور فلسفیانہ ظلمات کی پگڈنڈیوں پر کس طرح ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔

کرامات غوثیہ کی بنیاد:

غوث اعظم قدس سرہ کے ان کمالات کی بنیاد کیا ہے یعنی آپ کو یہ تصرفات کس وجہ سے حاصل ہوئے ہیں، سنئے! آپ فرماتے ہیں:۔

وَاَطْلَعَنِیْ عَلٰی سِرٍّ قَدِیْمٍ
مجھے ہے سر قرآں سے نوازا، تاج پہنایا
وَقَلَّدَنِیْ وَاَعْطَانِیْ سُؤَالِیْ
جو کچھ مانگا دیتا مجھے رہا ہے خالق اکبر
وَوَلَّانِیْ عَلَی الْاَقْطَابِ جَمْعًا
مجھے حق نے تمام اقطاب کا حاکم بنایا ہے
فَحُکْمِیْ نَافِذٌ فِیْ کُلِّ حَالٍ
مرا ہر حال میں ہر حکم نافذ ہے زمانے پر
فَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فِیْ بِحَارٍ
جو دریاؤں میں اپنا راز ڈالوں، آب ہو غائب
لَصَارَ الْکُلُّ غَوْرًا فِی الزَّوَالِ
خدا کی شان سے ہر بحر ہو ناپید، پیدا بر

وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّيْ فِيْ جِبَالٍ
اگر ڈالوں میں اپنا راز پتھر کے پہاڑوں میں
لَدُكَّتْ وَاخْتَفَتْ بَيْنَ الرِّمَالِ
تو ریگ دشت کے ذروں میں گم ہو جائیں پس پس کر
وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّيْ فَوْقَ نَارٍ!
اگر ڈالوں میں اپنا راز آتش پر تو ٹھنڈی ہو
لَخَمِدَتْ وَانْطَفَتْ مِنْ سِرِّ حَالِيْ
کچھ اس انداز سے روشن نہ ہو پھر فرش گیتی پر
وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّيْ فَوْقَ مَيْتٍ
اگر ڈالوں میں اپنا راز لوگو جسم بے جاں پر
لَقَامَ بِقُدْرَةِ الْمَوْلٰى تَعَالٰى
خدائے پاک کی قدرت سے اٹھے زندگی پاکر

دیکھا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خداداد قوتوں کا عالم، مگر ان کا سبب وہی ہے جو یہاں شعر نمبر ا میں ہے یعنی اللہ نے آپ کو سر قدیم پر مطلع فرمایا ہے۔ سر قدیم سے مراد کیا ہے۔ شارحین کے نزدیک علم قرآن ہے (کیونکہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور قدیم ہے) اب حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی طاقتوں کا راز واشگاف ہونے کے بعد کوئی شخص انکار کا راستہ ہی اختیار کرتا ہے تو اسے اختیار ہے، مگر یہ یاد رکھے کہ اب وہ حضور غوث پاک کے تصرفات وکرامات کا انکار نہیں کر رہا، بلکہ قرآن پاک کے فیوض وبرکات کا انکار کر رہا ہے اور یوں اللہ کے جلال سے ٹکر لے رہا ہے۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے جب اپنی ان بے مثال طاقتوں کا راز یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قرآن حکیم کا علم بخشا ہے۔ تو جس کے پاس قرآن پاک کا جتنا علم ہوگا وہ اتنا ہی طاقتور ہوگا۔ اللہ والوں نے بڑے بڑے مصر کے سر کئے اور بڑے بڑے دشمنان اسلام کو زیر کیا تو اسی قرآنی طاقت کے بل بوتے پر۔ اب قرآن حکیم کو اللہ کی کتاب ماننے والے اور اس سے محبت کرنے والے کیلئے تو یہ امر نہایت خوش کن ہے کہ اس سے ایسی طاقتوں کا اظہار ہو رہا ہے، جس کے آگے باطل کی طاقتیں ہیچ نظر آتی ہیں اور ان فیوض وبرکات کا سرچشمہ ہے جو اس کے سوا کہیں نہیں۔

قرآن حکیم کی ان بے انتہا طاقتوں کا راز خود قرآن پاک نے کھولا ہے۔ جب اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک درباری کی طاقت کا نقشہ کھینچا ہے، قرآن پاک نے صاف بیان فرمایا:-

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ط

ترجمہ: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کروں گا، آپ کے آنکھ جھپکنے سے پہلے۔

کتنی واضح بات ہے کہ تورات یا زبور کے علم میں یہ طاقت ہے کہ تخت بلقیس جو نہایت بھاری تھا، دوسرے ملک سے دور دراز فاصلے سے پھر مقفل کمرے سے آنکھ جھپکنے سے پہلے منگوا سکے تو قرآن پاک کے علم میں کتنی طاقت ہونی چاہئے، اور جن لوگوں کے پاس یہ قرآنی طاقت ہے، وہ دوسروں کیلئے محترم ومکرم ہونے چاہئیں اور انہیں ملت اسلامیہ کا محسن سمجھنا چاہئے یا ان پر کفر وشرک کے فتووں کی بوچھاڑ کر دینی چاہئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب تخت سامنے دیکھا تو اس صاحب علم (جسے مفسرین نے حضرت آصف برخیا قرار دیا ہے) کو کافر ومشرک کہا تھا یا اپنے رب کا شکر ادا کیا تھا۔ دیکھئے قرآن پاک، اسی آیت کا اگلا حصہ ....

فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ط وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ (النمل......۴۰)

ترجمہ: پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا، کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے، تا کہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو شکر کرے، وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے پرواہ ہے سب خوبیوں والا۔

کتنی واضح بات ہے، کیسی روشن سنت ہے، کسی ولی کی کرامت دیکھتے ہو تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی سنت پر چلتے ہوئے اسے اللہ کا فضل سمجھو اور پھر اس کے حوالے سے اللہ کا شکر ادا کرو۔ اگر تخت کالایا جانا تورات یا زبور کی بلکہ جن پیغمبروں پر نازل ہوئی تھیں، ان کی بھی صداقت وحقانیت کی دلیل تھا اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے مقام شکر تھا تو حضور پر نور ﷺ کا وہ امتی جو علم قرآن سے مالا مال ہو کر قرآنی طاقت کا کوئی کرشمہ دکھائے تو یقیناً حضور پر نور ﷺ بھی اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ قرآن کی اور صاحب قرآن ﷺ کی سچائی کی دلیل ہے۔ پھر آپ کی سنت پر چلتے ہوئے حضور کے سچے امتی کو بھی اللہ کا شکر ہی ادا کرنا چاہئے اور فرحت ومسرت کا اظہار کرنا چاہئے مگر حافظ سعید جو حیات النبی ﷺ کا منکر ہے، قرآنی فیوض وبرکات سے خود محروم ہے، عقل ناقص میں ایسا محصور ہے کہ علم ودانش کے اجالوں تک اس کی نظر ہی نہیں جاتی، بیچارہ کیا سمجھے کہ توحید کیا ہے، توحید کے تقاضے کیا ہیں، توحید اور قرآن کی قوت کیا ہے کیونکہ اس کا ذہن تاریک ہے، اس کی زبان بھی دراز ہے اور رسی بھی دراز ہے۔

بعض دوسرے بزرگوں کی قرآنی طاقتیں

اوپر یہ بات ہو چکی ہے کہ جتنا علم قرآن ہوگا، اتنا ہی صاحب علم طاقتور ہوگا۔ سب بزرگوں کا علم برابر نہیں، لہذا طاقتیں بھی برابر نہیں، تاہم یہ حقیقت ہے کہ باطل ان میں سے کسی کے سامنے آیا تو لرزہ براندام ہو گیا۔ باطل کی قوتوں میں سے ایک ہے، جادو کی طاقت۔ آپ جانتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ بھی جادوگروں سے ہوا تھا اور جادوگروں نے جو کمال دکھایا تھا وہ بھی بادشاہ کے بس سے باہر تھا۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے جن کا عصا ان تمام تکلفات کو حرف غلط کی طرح مٹا سکا، ورنہ دوسرے ناظرین تو دبک گئے تھے۔

اولیائے اسلام کا مقابلہ بھی جادوگروں سے ہوا تو عام قسم کے جادوگر نہیں تھے بلکہ سرکاری سطح پر ان کی تلاش کی جاتی تھی اور پورے ملک میں جو سب سے بڑا شعبدہ باز ہوتا تھا، اسی کو مقابلے میں لایا جاتا تھا جیسا کہ حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں ہوا۔ اب یہاں چند ایسے ہی واقعات درج کرتے ہیں جن میں قرآنی طاقتوں اور شیطانی طاقتوں کے مقابلے کا حال ہوگا۔

حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کی کرامت:

آپ نے سب سے پہلے رائے راجو مسلمان کیا اور پھر مسلمان ہونے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ وہ کس طرح مسلمان ہوا سنئے:

ایک روایت کے مطابق رائے راجو ایک ہندو جوگی کا نام تھا۔ جس نے اپنی ریاضت سے کرشموں اور شعبدوں پر قابو پا لیا تھا۔ جس جگہ حضرت سید علی ہجویری مقیم تھے۔ اس سے چند گز کے فاصلے پر اس ہندو جوگی کی کٹیا تھی۔ آس پاس کے سب گوالے دودھ دوہنے کے بعد سب سے پہلے اس ہندو جوگی کو دودھ دے کر آتے تھے۔ اگر کوئی ایسا نہ کرتا تو اگلے روز اس کی بھینسوں کے تھنوں سے دودھ کی بجائے خون نکلنے لگتا۔

ایک دن ایک بوڑھی عورت تازہ دودھ کی مٹکی لے کر حضرت سید علی ہجویری کے سامنے سے گذری۔ آپ نے آواز دے کر اسے بلایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ یہ دودھ قیمت لے کر دے جاؤ۔ بوڑھی عورت نے جواب دیا۔ ''شاید آپ جانتے نہیں، کہ یہ دودھ قیمت رائے جوگی کا ہے۔ اور اسے ہی دیا جاسکتا ہے۔ اگر اس کو نہ پہنچایا گیا تو ہمارے جانوروں کے تھنوں سے خون آنا شروع ہو جائے گا۔

حضرت سید علی ہجویری یہ سن کر مسکرا دیئے اور پھر فرمایا ''اگر تم یہ دودھ دے جاؤ گی تو جانوروں کا دودھ بڑھ جائے گا۔

بوڑھی عورت یہ سن کر رک گئی اور کچھ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر یہ دیکھ کر کہ کہنے والی شخصیت بڑی پرکشش اور برگزیدہ ہے۔ اس کی بات جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ اس نے دودھ کا برتن حضرت سید ہجویری کی طرف بڑھا دیا۔

آپ نے بقدر ضرورت اس میں سے پی لیا۔ بوڑھی عورت شام کو جب دودھ دوہنے لگی۔ تو اس کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ جب اس نے دیکھا۔ کہ گھر کے تمام برتن دودھ سے بھر چکے ہیں۔ لیکن تھنوں سے دودھ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا۔ آناً فاناً یہ بات ہمسایوں میں اور گرد ونواح پھیل گئی۔

اگلے روز سب لوگ اپنے اپنے دودھ کے برتن لے کر حضرت سید علی ہجویری کے حضور میں حاضر ہوئے آپ مسکرا کر ان کا دودھ لیتے۔ کچھ پی لیتے۔ جب شام ہوئی تو ان لوگوں نے دیکھا۔ کہ ان کے جانوروں کے تھنوں میں بے حد وحساب دودھ آ گیا ہے۔

رائے راجو جوگی نے جب دیکھا۔ کہ اس کے پاس لوگوں نے دودھ لانا بند کر دیا ہے۔ تو اسے بڑا طیش آیا۔ اس نے فوراً حضرت سید علی ہجویری سے مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ آپ کے پاس آکر اس نے کہا۔ آپ نے ہمارا دودھ تو بند کرا دیا ہے لیکن یہ تو کوئی اتنا بڑا کمال نہیں۔ آپ کے پاس اگر کوئی اور کمال ہو تو مجھے دکھائیں۔

حضرت سید علی ہجویری اس کی بات سن کر مسکرا دیئے اور کہنے لگے میں تو اللہ تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ ہوں کوئی شعبدہ باز تھوڑا ہی ہوں جو کہ تجھے اپنے کمال دکھاتا پھروں۔ ہاں اگر تمہارے پاس کوئی کرشمہ ہے تو دکھلاؤ۔ جوگی نے جواب دیا۔ تو لو دیکھو میرا کرشمہ۔

یہ کہا اور اپنے علم کے زور پر ہوا میں اڑنے لگا۔ حضرت سید علی ہجویری اس کو ہوا میں اڑتا ہوا دیکھ کر ہنسنے لگے۔ پھر آپ نے جوتیوں کو ہاتھ سے اٹھا کر ہوا میں پھینک دیا۔ وہ رائے جوگی کے ساتھ ساتھ ہوا میں اُڑنے لگیں۔ جوگی نے جو یہ کرامت دیکھی تو فوراً نیچے اتر آیا۔ اور حضرت سید علی ہجویری کے پاؤں پر گر کر التجا کرنے لگا۔ کہ مجھے اسی وقت مسلمان کر لیجئے۔

حضرت سید علی ہجویری نے اسے مسلمان کر لیا۔ اور پھر اس کی روحانی تربیت کی اس کا نام شیخ ہندی رکھا۔ وہ تمام زندگی سید علی ہجویری کا مرید خاص رہا۔ شیخ ہندی کے انتقال کے بعد اس کی اولاد حضرت سید علی ہجویری کے مزار مبارک کی مجاور بنی۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ آج تک یہ سلسلہ قائم ہے۔ (محفل اولیاء)

خواجہ کی فتوحات:

اب آیئے سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی المعروف خواجہ غریب نواز علیہ الرضوان کی فتوحات کی طرف۔ یہاں صرف تین واقعات دیئے جاتے ہیں۔ پہلا دہلی میں اور باقی دو اجمیر میں رونما ہوئے۔

جس وقت خواجہ بزرگ پہلے پہل دہلی آئے ایک شخص بغل میں چھری دبائے ہوئے حملہ کی نیت سے سامنے آیا۔ حضرت نے فرمایا آیا ہے تو اپنا کام کر۔ وہ یہ الفاظ سنتے ہی تھر تھر کانپنے لگا۔ قدموں پر گرا۔ اور اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ یہ کرامت دیکھتے ہی بہت سے افراد مسلمان ہو گئے۔

حضرت خواجہ اجمیر شریف میں بالکل نووارد تھے کہ باہر جا کر آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے روکا کہ یہاں مہاراج کے اونٹ بیٹھتے ہیں آپ اٹھ کر تالاب اناساگر پر جا بیٹھے۔ جہاں صدہا بت خانے تھے۔ اگلے روز اونٹوں کو اٹھانا چاہا تو وہ وہاں سے نہ اٹھ سکے۔ اور جب لوگوں نے آ کر معافی مانگی تو اونٹ اٹھ سکے۔ لوگوں نے راجہ سے جا لگائی کہ غیر مذہب کے کچھ لوگ ہماری پرستش گاہ کے قریب آ ٹھہرے ہیں۔ راجہ نے حکم دیا۔ کہ پکڑ کر نکال دو۔ سرہنگان راجہ جو پہنچے اور ہجوم کیا تو حضور نے آیۃ الکرسی خاک کی ایک چٹکی پر پڑھ کر پھینک دی۔ جس پر پڑی وہ وہیں کا وہیں بے حس و حرکت ہو کر رہ گیا تیسرا ہی روز تھا کہ راجہ اور تمام اہل شہر تالاب پر پوجا کیلئے جمع ہوئے رام دیو مہنت ایک جماعت کثیر کے ساتھ آپ کو بجبر اٹھانے کے لئے بڑھا۔ نظر جو اٹھائی تو جسم پر لرزہ طاری تھا۔ اسی وقت پاؤں پر گرا اور اسلام قبول کر لیا۔ پہلا مسلمان تھا۔ جو آگے چل کر بڑے مرتبہ پر فائز ہو گیا۔

تالاب سے اٹھے تو گویا ایک آفتابہ میں پانی بھر لیا۔ جس سے کل تالاب کا پانی خشک ہو گیا۔ راجہ گھبرا گیا اور جیپال جوگی کو جو ارض ہند کا سب سے نامور اور بڑا جوگی تھا بلوایا۔ وہ مرگ چھالا پر ڈیڑھ دو ہزار چیلوں کو ساتھ لئے ہوئے بسرعت اجمیر پہنچ گیا اور ایک خوفناک قوت کے ساتھ مقابلہ کے لئے بڑھا۔ اس طرح کہ جادو کے شیر اژدھے ساتھ ہیں اور سب آگ کے چکر پھینکتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ مخلوق عظیم ساتھ تھی ہمراہی جادو کا یہ دہشت خیز سامان دیکھ کر گھبرائے۔ آپ نے سب کے گرد حصار کھینچ دیا۔ اب ایک طرف سے سانپ بڑھنے شروع ہوئے۔ دوسری طرف سے شیر چلے اوپر سے سامنے سے آگ برسنی شروع ہوگئی۔ دہشت ناک سماں تھا۔ اہل شہر تک لرز رہے تھے۔ کوئی حصار کے اندر قدم نہ رکھ سکتا تھا۔ آپ نماز میں مصروف تھے۔ جس کے بعد آپ نے ایک مٹھی خاک جو پھونک کر پھینکی سارا طلسم فنا ہو کر رہ گیا۔ اب میدان صاف تھا اور جیپال نے ہزیمت زدہ و مطیع ہو کر اسی وقت پاؤں پر گر کر معافی مانگی۔ مسلمان ہوا اور مرتبہ کمال کو پہنچا۔ اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا۔ اسے ''پرواز'' کا پورا ملکہ تھا۔ چنانچہ اڑا تو افلاک کی بلندیوں میں جا داخل ہوا مگر حضور کی کھڑاویں مارتی اسے اتار لائیں۔ اللہ کی دین ہے کہ وہ انتہائی شقاوت پسندوں اور بدبختوں کو ہدایت دے کر آن کی آن میں انتہائی سعید بنا دیتا ہے۔ (محفل اولیاء)

سلہریے کیسے مسلمان ہوئے:

جناب ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی لکھتے ہیں:

''غلام دستگیر نامی (علیہ الرحمۃ) کی تحقیق کے مطابق حضرت (قطب العالم حضرت عبدالجلیل چوہڑ بندگی رحمۃ اللہ علیہ) 880ھ بمطابق 1475ء کے قریب لاہور تشریف لائے۔ یہ سلطان بہلول لودھی کا زمانہ تھا۔ سلطان کو ان دونوں راجہ سین پال سلہریہ کی بغاوت نے فکرمند کر رکھا تھا۔ سلہریہ ریاست اس وقت اس رقبہ پر تھی جس میں اب پسرور، ظفروال، نارووال، پٹھان کوٹ، شکرگڑھ اور جموں وغیرہ واقع ہیں۔ راجہ سین پال نے خراج دینا بند کر دیا، تو سلطان نے اس کی سرکوبی کیلئے لشکر بھیجا، جس نے پہلے راجہ کو سلطان کا یہ پیغام پہنچایا کہ وہ خراج ادا کرے یا مسلمان ہو جائے، راجہ نے لڑنے کو ترجیح دی، لیکن جلد ہی شکست کھا کر بھاگ نکلا اور جموں کے پہاڑوں میں روپوش ہو گیا، ان پہاڑوں میں اس کی ملاقات جے پال نامی ایک جوگی سے ہوئی جس کے بارے میں مشہور تھا کہ استدراج

میں کوئی ہندو جوگی اس کا ہمسر نہیں، استدراج اس خارق العادت عمل کو کہتے ہیں جو کسی غیر مسلم سے سرزد ہو۔ راجہ سین پال اس جوگی کے پاس گیا اور اپنی تمام رام کہانی اسے سنائی اور پھر منت کی کہ وہ کوئی ایسا عمل پڑھے جس سے مجھ پر آئی ہوئی یہ بلا ٹل جائے۔ جے پال جوگی نے اسے تسلی دی اور وعدہ کیا کہ میں تمہارا یہ کام کر دوں گا، اور تمہاری سلطنت بھی تمہیں واپس دلا دوں گا۔ اس کے بعد وہ سیدھا لاہور پہنچا اور سلطان بہلول لودھی کی خدمت میں باریاب ہو کر عرض کی کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے، اس نے اپنے بندوں کو بادشاہوں کے قبضہ میں اس لئے دیا ہے کہ وہ ان میں انصاف کریں، اگر جہاں پناہ اس فقیر کی گزارش پر غور کا وعدہ فرمائیں تو میں کچھ عرض کرنے کی جسارت کروں۔ سلطان کو جوگی کا یہ انداز پسند آیا اور فرمایا تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو بلا خوف کہو۔ جے پال نے عرض کی، اگر جہاں پناہ اپنی رعایا کو ان کی رضا و رغبت سے دائرہ اسلام میں لانا چاہتے ہیں تو کسی مسلمان عالم کو میرے سامنے پیش کریں تاکہ وہ مجھ سے مناظرہ کرے اور حق و باطل میں امتیاز ہو سکے۔ اگر مسلمان عالم مجھ پر غالب آ گیا تو میں تمام قوم سلہریہ کے ساتھ اسلام قبول کر لوں گا۔ ورنہ مجھ سے وعدہ فرمائیں کہ آپ آئندہ راجہ سین پال سے مزاحمت نہیں فرمائیں گے۔ سلطان نے جوگی کی یہ بات مان لی اور اپنے وزیر دولت خاں سے کہا کہ کوئی صاحب حال تلاش کرو۔ جو اس جوگی کو لاجواب کر سکے۔ دولت خاں حضرت شاہ کاکو رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ عرض کیا، لاہور ریلوے اسٹیشن کے قریب ہی جہاں آج کل مسجد شہید گنج ہے، حضرت شاہ کاکو کی خانقاہ تھی، حضرت نے فرمایا میں اب بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں۔ تم قطب عالم شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی کی خدمت میں جاؤ، وہ لاہور تشریف لا چکے ہیں۔ حضور سرور عالم ﷺ کی طرف سے یہ ولایت اب ان کے سپرد ہو چکی ہے۔ دولت خاں سیدھا حضرت قطب العالم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا سلطان سے کہو کہ وہ خاطر جمع رکھیں انشاء اللہ تمام ریاست جے پال جوگی سمیت مسلمان ہو جائے گی۔ اگلے روز دربار آراستہ ہوا، حضرت قطب العالم تشریف لائے۔ سارا شہر حق و باطل کے اس معرکے کو دیکھنے کیلئے جمع ہو گیا، پہلے جوگی نے اسلام پر کچھ اعتراضات کئے، جس کا جواب دینے کیلئے حضرت نے مدلل تقریر فرمائی اور ہر اعتراض کا ایسا مسکت جواب ارشاد فرمایا کہ جوگی کچھ کہنے کے قابل نہ رہا۔ آخر اس نے کہا آؤ ظاہر کو چھوڑ کر باطن کی طرف رجوع کریں، اب دونوں مراقبے میں چلے گئے، جوگی نے تمام روئے زمین کی سیر کرائی پھر حضرت سے کہا کہ اب آپ میں کوئی باطنی کمال ہے تو وہ دکھائیں۔ قطب العالم نے ارشاد فرمایا، آنکھیں بند کرو، پھر آپ جوگی کو آسمانوں اور عالم لاہوت کا مشاہدہ کراتے ہوئے جنت الماویٰ کے دروازے پر لے آئے۔ عالم لامکاں تجلیات نے جے پال کو دم بخود کر دیا تھا۔ اب اس کی روح جنت الماویٰ مین داخل ہونے کیلئے بڑھی تو دروازہ بند ہو گیا۔ قطب العالم نے فرمایا، اگر تو کلمہ شہادت پڑھ لے تو جنت کی سیر بھی کر سکتا ہے۔ اس پر جوگی نے با آواز بلند کلمہ شہادت پڑھا، جسے تمام اہل دربار اور وہاں موجود لوگوں نے سنا، مراقبے سے سر اٹھاتے ہی جے پال جوگی اپنی قوم سے مخاطب ہوا اور کہا عزیزو! مذہب اسلام سچا اور برحق ہے، میں تو اس سچے دین میں داخل ہو چکا ہوں، جو مجھ سے ارادت رکھتا ہے وہ بھی کلمہ شہادت پڑھ لے اور اپنے تاریک سینے کو اسلام کے نور سے منور کرے۔ یہ کہہ کر اس نے دوبارہ سب حاضرین کے سامنے کلمہ شہادت پڑھا، جسے سنتے ہی تمام قوم سلہریہ اور راجہ سین پال نے بھی کلمہ شہادت پڑھ لیا اور مسلمان ہو گئے۔ (اذکار قلندریہ صفحہ 131 بحوالہ شاہ رکن عالم ملتان رحمۃ اللہ علیہ از نور احمد فریدی صفحہ 317)

حضرت اشرف جہانگیر سمنانی کا تصرف:

محفل اولیاء کے مصنف لکھتے ہیں:

ہندو فقراء کا ایک گروہ آپ کی خدمت میں آیا اور بت خانہ اور بتوں کے جواز و اہمیت پر بحث شروع کر دی، فرمایا تم انہیں پوجتے ہو، ذرا ان سے اپنی تعریف تو کراؤ۔ پھر آپ نے قریب ہی بت خانہ میں جا کر بت کو اشارہ کیا، وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر فوراً آپ کے سامنے آ گیا اور آپ کی تعریف کی، یہ زندہ کرامت دیکھ کر تمام ہندو فقراء اور بہت سے ہندو اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ (معارج الوالایت)

حضرت نوشاہ گنج بخش کا واقعہ:

محفل اولیاء میں ہے۔

ایک مرتبہ ایک سادھو ہندو مذہب حضرت نوشاہ عالیجاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت پر دریائے چناب کے کنارہ پر سیر کو تشریف لے گئے ہوئے تھے، سادھو نے کہا کہ آپ کرامت دیکھیں یا دکھائی۔ آپ نے فرمایا تو درویش آدمی ہوں تم ہی کوئی کرامت دکھاؤ، اس نے پہلے اپنے آپ کو بچے کی صورت میں دکھایا، پھر جوان بن گیا۔ پھر ضعیف کی شکل بن گیا اور کہا کہ میں نے بارہ بارہ سال کے تین چلے کئے ہیں اور یہ مرتبہ حاصل کیا ہے، کہ تین طرح کی شکلیں تبدیل کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے شکل تبدیل کرنا سیکھا تو کیا کمال حاصل کیا ہے، بلکہ عمر ضائع کر دی ہے۔ آپ نے دریا کی طرف منہ کر کے اللہ ہو نعرہ لگایا تو دریا کے پانی سے ہو کی آواز آنے لگی۔ بلکہ درختوں کے پتوں اور فضا سے بھی یہی گونج اٹھی چنانچہ یہ تصرف و کرامت دیکھ کر وہ سادھو بمعہ چیلوں کے مسلمان ہو گیا۔ اور آپ کے مریدوں میں داخل ہوا۔

درس قرآن

صدیق کی عظمت

غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

ارشاد باری ہے:

''اور اس (آگ) سے بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے ٥ جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو ٥ اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جسکا بدلہ دیا جائے ٥ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے ٥ اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا ٥'' (سورت الیل، آیت ۱۷ تا ۲۱)

اشارات

☆......شیعہ وسنی حضرات کی مستند کتابیں گواہ ہیں کہ یہ آیات قدسیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئیں۔

☆......حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عذاب سے دور ہیں۔

☆......حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ''الاتقیٰ'' ہیں یعنی انبیاء کرام کے بعد سب سے بڑے متقی، اور قرآن پاک نے فرمایا'' ان اکرمکم عند الله اتقکم ''تم میں اللہ کے ہاں وہی افضل ہے جو تم میں سب سے بڑا متقی ہے۔ افضلیت صدیقی نصِ قطعی ثابت ہوئی۔ آپ ایسے متقی ہیں کہ دور جہالت میں بھی ہر برائی سے محفوظ رہے۔

☆......حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سخاوت اللہ کیلئے ہے اور ان کا مال ومنال پاک ہے۔

☆......یہاں تزکی سے مراد دل کی صفائی اور فضائل کی زیادتی مراد ہے، جس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مالا مال تھے۔

☆......کفار مکہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر پر امیہ بن خلف یا حضرت بلال کا کوئی احسان ہوگا جو انہوں نے بھاری قیمت ادا کر کے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ سے خریدا اور آزاد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وسوسے کی تردید فرمائی کہ یارِ غار پر کسی کا احسان نہیں، اس نے یہ کام صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خوشنودی کیلئے کیا ہے۔

☆......معلوم ہوا کہ اہل پر اعتراضات کرنا، ان کے اعمال کو اپنی کسوٹی پر تولنا یہ کفار کا طریقہ ہے اور ان کا دفاع کرنا رب کریم کا طریقہ ہے۔

☆......حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں۔

☆......اور اللہ تعالیٰ بھی عنقریب انہیں راضی فرمائے گا۔

☆......اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک سے فرمایا'' ولسوف یعطیک ربک فترضی'' ، اور حضرت صدیق سے فرمایا'' ولسوف یرضی''، معلوم ہوا کہ آپ مقام رضا میں بھی مظہر رسول ہیں۔

☆......اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ آج اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب رضی اللہ عنہ سے راضی نہیں یا وہ اللہ تعالیٰ سے راضی نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ رضا دنیا والوں پر ظاہر فرمائے گا۔

☆......جب شانِ صدیق کا اعلان قرآن پاک نے عام فرمایا تو اب جو بھی ان میں عیب تلاش کرے گا، مردود ہوگا اور جو ان کی مدحت سرائی کرے گا، مقبول ہوگا۔

............☆☆............

درس حدیث

غلام مصطفےٰ مجددی ایم اے

صدیق کی خلافت

ارشاد نبوی ہے:

☆......حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض میں فرمایا "اپنے والد ابو بکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کوئی تمنا کرے یا کہنے والا کہے کہ میں، لیکن اللہ اور ایمان والے ابو بکر کے سوا کسی کو نہیں مانیں گے۔" (رواہ مسلم)

☆......حضرت جبیر ابن مطعم ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک خاتون آئی اور اس نے کسی چیز کے متعلق حضور ﷺ سے بات کی، حضور نے دوبارہ حاضری کا حکم دیا۔ وہ بولی یا رسول اللہ! فرمائیے اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں، شاید اس کی مراد حضور کا وصال تھا، فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس آجانا (بخاری و مسلم)

☆......حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس قوم میں ابو بکر ہوں، انہیں یہ لائق نہیں کہ ان کی امامت ابو بکر کے سوائے کوئی اور کرے۔ (ترمذی)

اشارات

☆......حضور ﷺ ایام مرض وصال میں حضرت صدیق اکبر ؓ کی خلافت کی سند لکھنا چاہتے تھے، حدیث قرطاس کو اس حدیث کے تناظر میں دیکھا جائے۔

☆......حضرت علی ؓ کی خلافت کے بارے میں تحریر لکھنے کی کوئی صراحت کیا اشارات بھی کسی حدیث میں موجود نہیں، یہ یار لوگوں کا محض قیاس ہے۔ حیرت ہے کہ قیاس کو "شیطانی کام" سمجھنے والے حضرت علی ؓ کی خلافت بلا فصل کو قیاس سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

☆......یہ مسئلہ اعتقادی ہے، عملی نہیں کہ جہاں قیاس سے امداد لی جائے۔

☆......اگلی حدیث میں مزید وضاحت ہے کہ حضور تاجدار رسالت کے بعد حضور تاجدار صداقت ہی خلیفہ ہیں۔ ورنہ حضور ﷺ خاتون کو حضرت علی ؓ کے بارے میں فرما دیتے۔

☆......تیسری حدیث حضرت صدیق اکبر کی امامت و خلافت پر مہر کا درجہ رکھتی ہے۔

☆......حضرت صدیق کو ہم نے امام و خلیفہ نہیں بنایا جو یار لوگ ہمارے پیچھے پڑے ہیں، انہیں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے امامت و خلافت سے نوازا ہے۔

☆......خلافت صدیقی پر اللہ بھی راضی ہے، رسول بھی راضی ہے، ایمان والے بھی راضی ہیں۔ ہزاروں صحابہ کرام نے حضرت صدیق کی بیعت کی، اس کا مطلب ہے کہ وہ سب ایمان والے ہیں۔ جیسا کہ حضور نے فرمایا "لیکن اللہ اور ایمان والے ابو بکر کے سوائے کسی کو نہیں مانیں گے" اب ہزاروں صحابہ کرام کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا، خود اپنے ایمان و اسلام کو غرق کرنے کے مترادف ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی بغاوت ہے۔

☆......حضرت علی ؓ نے کیا خوب فرمایا، کہ حضور نے ابو بکر کو ہمارے دین کیلئے چن لیا، ہم نے انہیں اپنی دنیا کیلئے چن لیا، یعنی ابو بکر دین و دنیا کے امام ہو گئے۔ آپ کا یہ قول حدیث رسول کی بہترین تفسیر ہے۔

..........☆☆..........

عطاء حق

انبیاء و اولیاء کے اختیارات کا انکار یہودیوں کے نظریہ توحید کی پیروی ہے

فقیہ عصر الحاج مولانا مفتی محمد امین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

زیر نظر مقالہ دنیائے علم کی معروف شخصیت مفتی محمد امین صاحب مدظلہ العالی کے قلم گوہر بار کی تصنیف ہے۔ یہ مقالہ ایک سائل کے چند سوالات کے جواب میں لکھا گیا۔ سائل کا خط اور مقالہ من وعن قارئین کے استفادہ کے لیے شائع کیا جارہا ہے۔

بخدمت فقیہ عصر حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب دامت برکاتہم العالیہ میں نے آپ کا مضمون ''یہودیوں کا نظریہ توحید'' جو کہ کتاب ''توحید وفرقہ بندی'' کے آخر میں شائع ہوا ہے پڑھا جو کہ بہت پسند آیا وہ مندرجہ ذیل ہے:

﴿انتباہ﴾

''یہودیوں کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سب کچھ ہے مگر وہ کسی کو دیتا کچھ نہیں چنانچہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

''و قالت الیھود ید اللہ مغلولة (قرآن مجید سورہ مائدہ)

یعنی یہودی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بند ہیں (اللہ تعالیٰ بخیل ہے کسی کو کچھ دیتا نہیں) لیکن اہل ایمان کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سب کچھ ہے اور وہ جسے چاہے جو چاہے عطا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس قول کے مقابلہ میں فرمایا

بل یداہ مبسو طتان ینفق کیف یشاء

یعنی یہ بات نہیں جو یہودی کہتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے دست کرم کھلے ہیں جسے چاہے عطا کرے کوئی اس کو روک نہیں سکتا اس سے پوچھ نہیں سکتا کہ کیوں دیا ہے۔ وہ چاہے کسی کو حکیم بنادے وہ چاہے کسی کو ڈاکٹر بنا دے وہ چاہے کسی کو حاکم بنادے وہ چاہے کسی کو غوث بنادے وہ چاہے کسی کو داتا بنادے وہ چاہے کسی کو غریب نواز بنادے وہ چاہے کسی کو گنج شکر بنادے وہ چاہے کسی کو مشکل کشا بنادے کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا۔

لا یسئل عما یفعل و ھم یسئلون

یعنی اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی کرے کوئی اس سے پوچھنے کا حق نہیں رکھتا اور وہ ہر کسی سے پوچھ سکتا ہے۔

الحاصل اللہ تعالیٰ جسے چاہے جو چاہے عطا کردے یہ اس کی عطا ہے اور یہی اہل ایمان کا نظریہ ہے۔ چنانچہ تفسیر روح المعانی میں ہے۔

بل یداہ مبسو طتان ینفق کیف یشاء فیفیض حسب الحکمة من انواع العلوم الظاھرة و الباطنة علی من وجد اھلا لذالک (روح المعانی سورہ مائدة)

یعنی اللہ تعالیٰ کے دست کرم کھلے ہیں وہ عطا کرتا ہے۔ جو چاہے جسے چاہے لہذا وہ حسب حکمت جسے چاہے ظاہری علوم بھی عطا کرتا ہے جن سے حکیم ڈاکٹر وزیر اور حاکم بنتے ہیں اور باطنی علوم بھی عطا فرماتا ہے۔ جن سے ولی، غوث، قطب، ابدال بنتے ہیں جس کو وہ ان علوم کا اہل جانتا ہے۔

> اللہ تعالیٰ کے دست کرم کھلے ہیں وہ عطا کرتا ہے جو چاہے جسے چاہے
> القرآن

نیز تفسیر ابن کثیر میں ہے

"بل یداہ مبسو طتان ینفق کیف یشاء ای بل ھو الواسع الفضل الجذیل العطا الذی ما من شیء الا عندنا خزائنہ (تفسیر ابن کثیر سورہ مائدہ)

یعنی اللہ تعالیٰ کے دست کرم کھلے ہیں جسے چاہے جو چاہے عطا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ وسیع فضل والا اور بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے کہ اس کے ہاں ہر چیز کے خزانے ہیں۔

ان مندرجہ بالا عبارات سے روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ظاہری علوم عطا کرکے کسی کو ڈاکٹر، کسی کو حکیم، کسی کو گورنر، کسی کو بادشاہ بنادے اور جسے چاہے باطنی علوم عطا کرکے کسی کو غوث، کسی کو داتا گنج بخش، کسی کو غریب نواز، اور کسی کو مشکل کشا بنادے یہ اس کا فضل ہے

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشا و اللہ ذوالفضل العظیم۔

پھر یہ کہ قرآن پاک کی کسی آیت مبارکہ میں اور کسی حدیث پاک میں یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو غوث یا داتا یا غریب نواز یا مشکل کشا نہیں بنا سکتا

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہودی اور ان کے ہم عقیدہ لوگ اس اللہ تعالیٰ کی باطنی عطا کا جس سے ولی، غوث، قطب، ابدال بنتے ہیں اس کا وہ انکار کیوں کرتے ہیں اس کا جواب صاحب تفسیر روح المعانی علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں دیا:۔

و قال اليهود لحرما نهم من الاسرار التي لا يطلع عليها اهل الظاهر (يد الله مغلولة) فلا يفيض غير ما نحن فيه من العلوم الظاهرة (تفسیر روح المعانی سورہ مائدہ)

یعنی یہودیوں نے باطنی علوم کا (جن کے حامل ولی، قطب، غوث، ابدال ہیں) اس لیے انکار کیا کہ وہ خود باطنی علوم سے محروم تھے اس لیے انہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ بخیل ہے۔ لہذا وہ ظاہری علوم جو ہمارے پاس ہیں اس کے سوا کسی کو باطنی علوم دیتا ہی نہیں یوں ہی ان یہودیوں کے ہمنوا و ہم عقیدہ لوگ جن میں ولی، قطب، غوث ہوتے ہی نہیں، وہ بھی اسی بنا پر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ولی، قطب، غوث، داتا، غریب نواز بناتا ہی نہیں۔

کاش کہ ایسے لوگ باطنی علوم حاصل کر کے ولی، غوث، قطب بنتے تو خود بھی گمراہی سے بچتے اور دوسروں کو بھی گمراہی میں نہ دھکیلتے۔

فالى الله المشتكى وهو نعم الوكيل (فقیر ابو سعید غفرلہ)

> یہودیوں کے ہمنوا و ہم عقیدہ لوگ جن میں ولی، قطب، غوث ہوتے ہی نہیں۔ وہ بھی اسی بنا پر کہتے ہیں کہ اللہ کسی کو ولی، قطب، غوث، داتا، غریب نواز بناتا ہی نہیں

اس مضمون کے متعلق چند سوالات ہیں امید ہے کہ آپ ان کے مدلل جوابات دے کر شکریہ کا موقعہ عنایت فرمائیں گے۔

سوال نمبر 1

میں نے ایک پوسٹر دیکھا جس کا عنوان تھا '' کیا ہمیں اللہ کافی نہیں'' اور نیچے کافروں کے بارے میں نازل شدہ آیات مبارکہ لکھ کر یہ تاثر دیا گیا ہے کہ غوث بھی اللہ ہی ہے۔ داتا گنج بخش بھی اللہ ہی ہے۔ غریب نواز بھی اللہ ہی ہے۔ مشکل کشا بھی اللہ ہی ہے۔ لہذا دلائل سے بیان کریں کہ اللہ تعالیٰ کے نیک اور مقبول بندوں میں سے کوئی غوث یا داتا گنج بخش یا غریب نواز یا حاجت روا مشکل کشا ہو سکتا ہے یا نہیں۔

سوال نمبر2

یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی عطا سے کسی کو غوث، کسی کو داتا گنج بخش، کسی کو غریب نواز، کسی کو حاجت روا بنایا ہے کیوں نہیں مانتے؟

سوال نمبر 3

جو لوگ کافروں کے حق میں نازل شدہ آیات مبارکہ کو نبیوں، ولیوں، غوثوں، قطبوں پر چسپاں کرتے ہیں کیا ایسے لوگ کسی اجر و ثواب کے حقدار ہیں یا نہیں؟

فقط سائل

حافظ محمد شہباز، فیصل آباد

جواب نمبر 1

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده و نصلى على رسوله الكريم و على اله و اصحابه اجمعين: اما بعد!

قرآن مجید میں بار ہا آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حکیم ہے چنانچہ سورہ بقرہ میں ہے:

سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العزيز الحكيم:

اور سورہ آل عمران میں ہے۔

لا اله الا هو العزيز الحكيم،

بلکہ قرآن مجید میں تقریباً ۸۱ جگہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حکیم ہے۔ پھر شافی بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

و اذا مرضت فهو يشفين،

جب میں بیمار ہوتا ہوں تو اللہ تعالیٰ ہی شفا دیتا ہے۔

تو جب حکیم بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے شفا دینے والا بھی اللہ ہی ہے تو وہ لوگ جو کہتے ہیں حاجت روا بھی اللہ ہی ہے۔ داتا بھی اللہ ہی ہے غریب نواز بھی اللہ ہی ہے اس کو چھوڑ کر غیروں کے پاس نہیں جانا چاہیے، وہ بتائیں کہ جب بیمار ہوتے ہیں تو کس قانون سے حکیم ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں۔ اس وقت یہ یاد نہیں آتا '' کیا ہمارے لیے اللہ کافی نہیں'' کیا اللہ تعالیٰ بغیر حکیم ڈاکٹر کے شفا نہیں دے سکتا۔

اس وقت جو آیات مبارکہ پوسٹر کی دونوں طرف لکھی ہیں ان میں سے ایک بھی یاد نہیں آتی۔ اس وقت تو مندرجہ ذیل شعر فٹ آتا ہے۔

اولیاء کے در پہ ہم آئے ہیں تو منکر نے کہا
در خدا کا چھوڑ کر کیوں شرک میں ہو مبتلا
خود پڑا بیمار تو در چھوڑ کر اللہ کا
ڈاکٹر کے در پہ آ پہنچا دوا کے واسطے

یہ دوہرا معیار انہیں لوگوں کو مبارک ہو کہ ولی غوث داتا کے ہاں جانا شرک اور حکیم ڈاکٹر کے ہاں جانا عین ایمان۔

ہمارے نظریہ میں یہ معاملہ بالکل بے غبار ہے کہ یہ حقیقت ومجاز کا فرق ہے کہ حقیقت میں حاجت روا مشکل کشا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور مجازاً جس کو اللہ تعالیٰ چاہے حاجت روا بنادے جسے چاہے داتا بنادے جسے چاہے غریب نواز بنادے۔ لہٰذا جس قانون کے مطابق حکیم مطلق کو مان کر اس کی عطا سے اس کے بندوں حکیموں ڈاکٹروں کے ہاں جانا جائز ہے اسی قانون کے مطابق اس وہاب مطلق کے جن بندوں کو اس نے اپنی عطا سے غوث، داتا، غریب نواز اور مشکل کشا بنایا ہے ان کے ہاں جانا جائز اور بالکل قانون توحید کے عین مطابق ہے اسی لیے عارف باللہ مفسر قرآن علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح البیان میں فرمایا:

و هذا بخلاف التوجة الى روحانية الانبياء و الا ولياء و ان كانو مخلوقين فان الا ستمد ادمنهم و التوسل بهم و الا نتساب اليهم من حيث انهم مظاهر الحق و مجالى انواره و مرائى كمالا ته و شفعاء ه افى الا مور الظاهرة و الباطنة له غايات جليلة و ليس بذالك بشرك اصلاً بل هو عين التوحيد 0

(تفسیر روح البیان سورہ اعراف)

یعنی نبیوں، ولیوں کی روحانیت کی طرف متوجہ ہونا ان سے مدد مانگنا ان کو وسیلہ بنانا ان کی طرف اپنے کو منسوب کرنا یہ جان کر کہ یہ حضرات مظہر قدرت الٰہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے انوار اور اللہ تعالیٰ کے کمالات کے ظاہر ہونے کا مقام ہیں اور ظاہری و باطنی امور میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں سفارش کرنے والے ہیں یہ شرک نہیں بلکہ یہ عین توحید ہے۔

نوٹ:۔ عین توحید اس لیے ہے کہ ان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا ہی عطا کردہ ہے۔ نیز حاکم بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

ان الحكم الا لله، (قرآن مجید)

تو پھر آڑے وقت میں اللہ تعالیٰ جو حاکم مطلق ہے۔ کو چھوڑ کر مجازی حاکموں کے ہاں کیوں جاتے ہیں اس وقت کیوں یہ یاد نہیں رہتا کہ حاکم تو اللہ ہی ہے "کیا وہ ہمارے لیے کافی نہیں" کیوں بندوں سے مشکل کشائی چاہتے ہیں۔

ہمارے نظریہ میں یہ معاملہ بالکل بے غبار ہے کہ یہ حقیقت ومجاز کا فرق ہے کہ حقیقت میں حاجت روا مشکل کشا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور مجازاً جس کو اللہ تعالیٰ چاہے حاجت روا بنادے

تمثیل!

ایک مولوی صاحب کی زمین یا دوکان پر قبضہ گروپ نے قبضہ کر لیا، اب مولوی صاحب مشکل میں پڑ گئے، مولوی صاحب کے کسی دوست کے مراسم گورنر کے ساتھ تھے اس دوست نے گورنر کے ہاں جا کر مدد چاہی گورنر نے وہ قبضہ واپس دلا یا تو انصاف سے بتایئے کہ گورنر صاحب نے مولوی صاحب کی مشکل کشائی کی یا نہیں کی "لفظ مشکل کشا" یہ فارسی کا لفظ ہے اس کا معنی ہے مشکل حل کرنے والا۔ تو بتایئے کہ گورنر صاحب نے مولوی صاحب کی مشکل کشائی کی یا نہیں پھر اگر مولوی صاحب گورنر کے ہاں چلے جائیں اور جا کر کہیں گورنر صاحب میں آپ کو مشکل کشا یا حاجت روا ہرگز نہیں مانوں گا کیونکہ مشکل کشا تو اللہ ہی ہے۔ یہ سن کر گورنر صاحب کہیں مولوی صاحب یہ بات دو چار دن پہلے آپ نے کہی ہوتی تو پھر دیکھتے کہ کیسے اللہ آپ کی حاجت روائی کرتا ہے۔

ہمارے ہاں مسئلہ بے غبار ہے کہ حاجت روائی اللہ تعالیٰ نے ہی کی ہے مگر گورنر کے وسیلہ سے یوں ہی مشکل کشائی حاجت روائی اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ مگر نبیوں، ولیوں، غوثوں کے وسیلہ سے جیسے کہ جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے آئے اور ان کی وجہ سے فتح نصیب ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

وما النصر الا من عند الله،(قرآن مجید)

یعنی یہ مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی جو کہ فرشتوں کے وسیلہ سے پہنچی

تنبیھہ!

یہ لوگ آڑ لیتے ہیں مافوق الاسباب کی مگر مافوق الاسباب کہاں ہے۔ کیونکہ جو سبب حکیم و ڈاکٹر کے ہاں سے شفا لینے کا بنا وہی سبب غوث، داتا، غریب نواز، مشکل کشا کے ہاں جانے کا بنا اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی عطا اسی لیے حدیث پاک میں فرمایا!

واذا اراد الله بعبد خير اصير حوائج الناس اليه،

(جامع صغير)

یعنی جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو لوگوں کی حاجتیں اس کی طرف پھیر دیتا ہے اسے لوگوں کے لیے حاجت روا بنا دیتا ہے۔

ہاں بت پرست مشرکین مکہ وغیرہ چونکہ اپنے بتوں کو معبود جانتے تھے لہٰذا وہ مافوق الاسباب کے مرتکب ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ قرآن و حدیث کو صحیح سمجھنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

میرے عزیز! اللہ تعالیٰ وہاب مطلق ہے وہ جسے چاہے جو چاہے عطا کرے کوئی روک نہیں سکتا۔ قرآن مجید میں ہے۔

قل اللهم مالک الملک توتی الملک من تشاء و

تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شیء قدیر O (قرآن مجید)

یعنی اے محبوب آپ اپنے رب تعالیٰ کے دربار میں یوں عرض کریں اے اللہ ملکوں کے مالک تو جسے چاہے ملک عطا کرے اور جس سے چاہے ملک لے لے اور تو جسے چاہے عزت عطا کرے اور تو جسے چاہے ذلت و رسوائی عطا کرے۔ تیرے دست قدرت میں خیر ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی عزت ہی ہے کہ حضور داتا گنج بخش قدس سرہ کے دربار سارے ہی آتے ہیں وزیر بھی آتے ہیں، صدر بھی آتے ہیں، ولی بھی آتے ہیں، غوث و ابدال بھی آتے ہیں۔ یہاں سلطان الھند خواجہ غریب نواز قدس سرہ نے بھی حاضری دی اور چلہ پورا کرنے کے بعد جب باہر تشریف لائے تو زبان مبارک پر تھا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

الحاصل سب ہی نیاز مندانہ حاضری دیتے ہیں: و تعز من تشاء ۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے عزت عطا کرتا ہے۔

الحاصل بیشک اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے وہ جو چاہے کرے چاہے تو موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کو سانپ بنا کر حاجت روائی کر دے۔

سبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیء وھو علیٰ کل شیء قدیر O

لیکن حیرت اس بات کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک خشک لکڑی کے ذریعے فرعونی، طاغوتی، طاقتوں سے رہائی دے دے۔ جیسے کہ قرآن مجید گواہ ہے مگر نبیوں، ولیوں کو عطا کردہ طاقت کا سرے سے انکار کر دیا جائے یہ کون سی مسلمانی ہے۔؟

تنبیھہ!

علم کی دو قسمیں ہیں۔

ایک ظاہری علم (قرآن وحدیث)

دوسرا باطنی علم جو کہ بزرگان دین کے ذریعہ اور وسیلہ سے رسول خدا سید انبیا ﷺ کے سینہ مبارکہ سے حاصل ہوتا ہے۔

ظاہری علم کی مثال بجلی کی فٹنگ ہے اور باطنی علم بجلی کا کرنٹ ہے۔ تو اگر کوئی شخص مکان یا کوٹھی بناتا ہے۔ اس میں شاندار طریقے سے فٹنگ کراتا ہے۔ قسما قسم کے بلب رنگا رنگ کی ٹیوبیں اور قمقمے گلوب نصب کراتا ہے۔ مگر وہ بجلی کا کرنٹ حاصل نہیں کرتا ظاہری فٹنگ پر ہی خوشیاں مناتا ہے۔ کہ یہ ٹیوب کیسی خوبصورت ہے یہ گلوب کتنا خوشنما ہے مگر وہ اندھیری رات کے انجام سے بے خبر ہے۔ وہ فٹنگ کی ظاہری خوبصورتی پر ہی قانع ہے کہ اچانک سورج غروب ہو جاتا ہے۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا جاتا ہے۔ تو اب اسے سوا ندامت کے کے کچھ حاصل نہ ہوگا کیونکہ اس نے بجلی کا کرنٹ حاصل کیا ہی نہیں تو روشنی کہاں سے آئے گی۔

یوں ہی جن لوگوں نے ظاہری علم تو حاصل کر لیا عالم فاضل اور محدث بھی بن گئے۔ مگر باطنی علم جو کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کے سینہ مبارکہ سے بزرگان دین کے وسیلہ سے حاصل کیا جاتا ہے۔ وہ حاصل کیا ہی نہیں تو جب زندگی کا سورج غروب ہو جائے گا اور قبر میں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا جائے گا۔ اور وہاں سوا حسرت و ندامت کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ کیونکہ روحانی کرنٹ حاصل کیا ہی نہیں۔ پھر جب قبر میں منکر نکیر پوچھیں گے یہ سامنے کون نظر آرہا ہے۔ تو وہاں ھاھالاادری ہائے میں نہیں جانتا اس کے سوا کوئی جواب نہیں بن پڑے گا۔ اور وہاں یہ ظاہری علم کے ساتھ باطنی علم جو کہ بغداد شریف، لاہور، اجمیر شریف، پاکپتن شریف، سرہند شریف، ان میں لائنوں سے ہوتا ہوا شرقپور شریف، علی پور شریف، چورہ شریف، سیال شریف سے حاصل کیا جاتا ہے۔ حاصل کر لیا ہے۔ تو جب ان کی زندگی کا سورج غروب ہوگا۔ اور قبر میں جائیں گے تو اس روحانی کرنٹ سے قبر نور کا گہوارہ بن جائے گی اور جب پل صراط پر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

یوم تری المومنین والمومنات یسعی نورھم بین ایدھم و بایمانھم.

ان کے آگے پیچھے نور ہی نور ہوگا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی عزت ہی ہے کہ حضور داتا گنج بخش قدس سرہ کے دربار میں سارے ہی آتے ہیں وزیر بھی آتے ہیں، صدر بھی آتے ہیں، ولی بھی آتے ہیں، غوث و ابدال بھی آتے ہیں

بلکہ یہ حضرات جو کہتے ہیں کیا ہمیں اللہ کافی نہیں یہ تو وسیلہ کو مانتے ہی نہیں مگر وسیلہ کے بغیر پاور ہاؤس سے بجلی حاصل کرنا ناممکن۔

ع۔ ایں خیال ست ومحال ست وجنوں

اگر کسی کو شک ہو تو وہ بغیر وسیلہ کے پاور ہاؤس سے بجلی حاصل کر کے دکھائے وہاں تو جو پندرہ فٹ کے قریب ہوا بجلی جلا کر راکھ کر دے گی۔ ایرا وغیرہ کس گنتی شمار میں ہیں وہاں تو اللہ تعالیٰ کے پیارے کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب خواہش ظاہری کی۔

رب ارنی انظر الیک

تو روحانی بجلی کی ایک ہی چمک آئی اور کوہ طور جل کر خاکستر ہو گیا

الحاصل باطنی علم کے سوا دین حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے علامہ اقبال مرحوم نے فرمایا:۔

دین مجو اندر کتب اے بے خبر   علم و حکمت از کتب دیں از نظر

یعنی اے بے خبر انسان دین کتابوں میں مت تلاش کر۔ ہاں

کتابوں سے علم اور دانائی تو حاصل ہو سکتی ہے مگر دین بزرگوں کی نظر سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

دعاء:

یا اللہ! جو لوگ ایسے مدرسوں میں داخل ہونے سے لے کر قبر کی دیواروں تک تیرے ولیوں، تیرے دوستوں کے پیچھے لٹھ لے کر لگے رہتے ہیں اور اسی کا پرچار کرتے ہیں۔ کہ اللہ کے سوا کوئی غوث نہیں، کوئی داتا نہیں، کوئی غریب نواز نہیں، کوئی حاجت روا نہیں ان کو بھی نظر بصیرت عطا کر۔ وہ بھی تیرے ان پاکباز بندوں کی عزت کو دیکھ لیں۔

جن کو تو نے دونوں جہاں کی عزت سے نوازا'' او تعز من تشاء ''اور وہ بھی دنیا سے جانے سے پہلے باطنی علم حاصل کر کے اپنی قبروں کو نور کے بقع بنالیں آمین۔

دعا گو فقیر ابو سعید غفرلہ

جواب نمبر2

نہ ماننے کی ایک وجہ تو وہ ہے جو کہ علامہ سید محمود آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی قدس سرہ نے بیان کی ہے کہ ان میں کوئی ولی غوث قطب ہوا ہی نہیں کیونکہ یہ لوگ تو باطنی علم کے قائل ہی نہیں۔ اس لئے ان مراتب عالیہ کا جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو عطا کئے ہیں۔ سرے سے مانتے ہی نہیں۔

ہاں کتابوں سے علم اور دانائی تو حاصل ہو سکتی ہے مگر دین بزرگوں کی نظر سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے دلوں سے نبیوں ولیوں کا بغض نکلے تو ان کو نبوت اور ولایت کی شان کا پتہ چلے۔

ایک حکایت بیان کی جاتی ہے کہ بھونڈا اور بھورا یہ دونوں ایک جیسے کیڑے ہیں۔ ایک پھلواڑی میں رہتا ہے تو دوسرا گندگی میں کھیلتا رہتا ہے۔ وہ پاخانے کی گولیاں بنا بنا کر زندگی بسر کرتا ہے۔

ایک مرتبہ دونوں کی ملاقات ہوگئی تو پھلواڑی کے کیڑے نے گندگی کے کیڑے کو دعوت دی کہ آپ میرے میرے ہاں آئیں، اس نے دعوت قبول کر لی لیکن وہ جب جانے لگا تو اس نے گندگی کی گولی منہ میں رکھ لی اور چلا گیا۔ میزبان بہت خوش ہوا اسے چمنستان (پھلواڑی) کی سیر کرائی اور ساتھ بتایا گیا کہ یہ گلاب کا پھول ہے، یہ موتیا ہے، یہ چنبیلی ہے وغیرہ اور جب سیر کر چکے تو میزبان نے مہمان سے پوچھا کہ دماغ معطر ہوا یا نہیں؟ مہمان نے جواباً کہا مجھے تو کوئی خوشبو محسوس نہیں ہوئی، یہ سن کر میزبان حیران ہو گیا اور جب جھک کر دیکھا تو اس کے منہ میں گندگی کی گولی تھی۔ بولا ارے تیرا بیڑا غرق پہلے تو اس گندی گولی کو تو نکال، پھر تجھے محسوس ہو کہ گلاب ہو سکتا ہے، موتیا کیسا چنبیلی کیسی ہے؟

یہی حال ان لوگوں کا ہے ان کے دل میں جب تک نبیوں ولیوں کا بغض موجود ہے، انہیں ولایت و نبوت کی خوشبو (۱) کیسے معطر کر سکتی ہے۔

اور اسی کی طرف علامہ حقی نے اپنی تفسیر میں اشارہ کیا ہے، فرمایا:

(۱) نبوت و ولایت کی خوشبو دیکھنی ہو تو '' خلیفة اللہ ''اور'' البرهان'' کا مطالعہ کریں، انشاءَ اللہ مشام دل معطر ہوں گے۔ (ابو سعید غفرلہ)

فمن استهزائهم باقوال الانبياء والاولياء واحوالهم يصمهم الله ويعمى ابصارهم فلا يهتدون الى حق ولا الى حقيقة سبيلا۔ (تفسیر البیان سورہ انعام)

یعنی منکر لوگ چونکہ نبیوں ولیوں کے اقوال و احوال کیساتھ (باطنی بغض کی وجہ سے) ٹھٹھہ کرتے ہیں اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں کو بہرا اور آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے، لہذا یہ لوگ حق کی طرف راہ پا سکتے ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

بجاه حبيبه الكريم صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ آله واصحابه وسلم.

جواب نمبر3

جو لوگ کافروں والی آیات مبارکہ کو نبیوں ولیوں پر چسپاں کرتے ہیں وہ اجر و ثواب کے حقدار کیا ہونگے، وہ تو ساری خدائی سے بدتر ہیں۔ یہ فقیر اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ بعض صحابہ کرام نے صراحۃً فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

وكان ابن عمر يراهم (الخوارج) شرار خلق الله فقال انهم انطلقوا الى آيات نزلت فى الكفار فجعلوها على المومنين. (صحیح بخاری جلد دوم، باب قتل الخوارج)

یعنی سیدنا عبد اللہ بن عمر صحابی رضی اللہ عنہما خارجیوں کو ساری خدائی سے بدتر جانتے تھے اور فرماتے، یہ اس لئے کہ یہ لوگ ان آیات مبارکہ کو جو کافروں کے حق میں نازل ہوئیں ان کو ایمان والوں (نبیوں، ولیوں) پر چسپاں کرتے ہیں۔

بلکہ ایسے لوگوں کے ایمان کے چھن جانے کا خطرہ بھی ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

من عادى لى وليا فقد اذنته بالحرب (صحیح بخاری)

جس نے میرے کسی ولی کے ساتھ دشمنی کی اس کیلئے میری طرف سے اعلان جنگ ہے اور جب اعلان جنگ ہو گیا تو ایمان کیسے باقی رہے گا۔

اور اسی بنا پر حضرت شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بخشی علیه سوء الخاتم (روض الریاحین، صفحہ ۸)

جو اللہ والوں کے مقامات کا انکار کرے مجھے ڈر ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے مقبول بندوں کے فیوض وبرکات سے مالا مال کرے اور ان کے دامن سے وابستہ رکھے۔

ارشاد گرامی ہے: تعیشو فی اکنافھم فان فیھم رحمتی۔

میرے ولیوں کے دامن میں زندگی گزارو کہ ان کے دامن میں میری رحمت ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلق اللہ وسید العالمین وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین۔

محتاج دعا فقیر ابو سعید غفرلہ، فیصل آباد

۷ رجب المرجب ۱۴۲۱ھ بروز جمعۃ المبارک

تذییل:

کچھ حضرات جو کہ اپنے کو سنی حنفی کہتے ہیں بلکہ ان کو دعویٰ ہے کہ ہم اہلسنت وجماعت ہیں لیکن افسوس آتا ہے اس بات پر کہ جو لوگ ولیوں، قطبوں، غوثوں کے حریف بنے ہوئے ہیں

پڑا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر
میری کشتی کنارہ پر لگاؤ یا رسول اللہ
جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈبا دو یا تراؤ یا رسول اللہ
حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

یہ لوگ ان کی ہاں میں ہاں ملا کر بھی اولیائے کرام کے حریف بن چکے ہیں۔ تو جیسے وہ مخالفت میں لگے رہتے ہیں اور لکھتے رہتے ہیں کہ ولیوں کو مدد کیلئے پکارنا ان کو حاجت روا اور مشکل کشا ماننا شرک ہے۔ یہ سنی حنفی کہلانے والے بھی ان کے ہمنوا ہو کر اس کا پرچار کرتے رہتے ہیں، چنانچہ گزشتہ ایام میں ایسے ہی علماء کے طالب علموں کو دیکھا گیا کہ وہ دیواروں پر چاکنگ کر رہے تھے۔ یارسول اللہ مدد اور یا علی مدد پکارنے والا کائنات کا بدترین کافر اور مشرک ہے ....

ایسے سنی حنفی کہلانے والے علماء سے الدین النصیحہ کے ماتحت اپیل ہے کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لیں۔ آپ کے اکابر کے کیا عقائد ونظریات تھے کہ وہ ولیوں، غوثوں، قطبوں کو حاجت روا مشکل کشا نہیں مانتے تھے۔ آپ کے اکابر تو برملا مشکل کشا حاجت روا کہتے تھے۔

چنانچہ سب سے پہلے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے چند ارشادات پیش کر رہے ہیں، وہ حاجی صاحب جو کہ علمائے دیوبند کے پیرو مرشد ہیں مثلاً مسلک دیوبند کے مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا خلیل احمد انبیٹھوی ودیگر علماء کے پیرو مرشد ہیں، وہ لکھتے ہیں:

پڑا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر
میری کشتی کنارہ پر لگاؤ یا رسول اللہ
جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈبا دو یا تراؤ یا رسول اللہ

(کلیات امدادیہ گلزار معرفت صفحہ ۴ مطبع راشد کمپنی دیوبند)

یہی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرو مرشد خواجہ نور محمد صاحب کو حاجت روا مان رہے ہیں اور ان سے یوں مدد مانگتے ہیں:

آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کو
تم سوا اوروں سے ہرگز نہیں کچھ التجا
بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا
آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
اے شاہ نور محمد وقت ہے امداد کا

یہی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ واشگاف الفاظ میں حیدر کرار شیر خدا سید علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا کہہ رہے ہیں:

ہادی عالم علی مشکل کشا کے واسطے (ارشاد مرشد)

مشکل کشائی کا ایک واقعہ بھی ملاحظہ ہو۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خدا جانے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں اور میں کیا ہوں۔ محبوب علی نقاش نے آ کر بیان کیا کہ ہمارا آگبوٹ (جہاز) تباہی میں تھا، میں مراقب ہو کر آپ سے ملتجی ہوا آپ نے مجھے تسکین دی اور آگبوٹ کو تباہی سے بچالیا۔ (شمائم امدادیہ صفحہ ۱۷۷)

مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی دیوبندی نے منظوم شجرہ لکھا ہے۔ اس میں حیدر کرار مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے:

ہادی عالم علی مشکل کشا کے واسطے لہٰذا ان کے ماننے والے علماء سے اپیل ہے کہ ذرا سوچیں کہ وہ کس کے پیچھے جا رہے ہیں۔ کیوں غیروں کے دامن میں چھپتے ہیں۔ کیا بہتر نہیں کہ اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلیں، خود بھی دوزخ سے بچ سکیں اور اللہ کی مخلوق کو بھی دوزخ میں گرنے سے بچائیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ حضرات میری گزارشات پر ضرور غور کریں گے توفیق دینے والا اللہ ہے جل جلالہ۔

محتاج دعا فقیر ابو سعید غفرلہ، فیصل آباد

۷ رجب المرجب ۱۴۲۱ھ

☆☆

از رشحات قلم: مفتی محمد اشرف القادری محدث نیک آبادی.

حلال وحرام کے بعض مسائل

(حنفی اور غیر مقلد محققین کی نظر میں)

تمام فقہائے حنفیہ اس بات پر متفق ہیں کہ کتے کا لعاب دہن، گوشت، خون اور فصلات نجاست غلیظ سخت ناپاک ہیں) البتہ اس بارے میں ہمارے فقہا سے روایات مختلف ہیں کہ آیا کتا، "خنزیر کی مانند نجس العین" بھی ہے یا نہیں؟ یعنی یہ کہ اشیاء مذکوزہ بالا کی طرح اس کا ظاہر بدن بھی نجاست غلیظ کا حکم رکھتا ہے یا اس کے ظاہر بدن کا حکم کچھ اور ہے؟ نیز یہ کہ بموجب حدیث نبوی "ایما اهاب دبغ فقد طهر" (کوئی بھی کھال جب رنگ لی جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے)

رواه جماعة من المحدثين كا لشافعی و احمد واسحاق والنسائی والترمذی وابن ماجة وابن حبان والبزار والدار قطنی رحمهم الله تعالیٰ ٥

آیا کتے کی کھال بھی دباغت شرعیہ رنگائی کے بعد پاک ہو جاتی ہے یا نہیں؟ تو جن فقہا نے خنزیر کی طرح کتے کو بھی نجس العین اور اسکی کھال کو نا قابل طہارت از دباغت قرار دیا تو یوں ان کے نزدیک تو صاف ظاہر ہے کہ کتے کو اٹھائے ہوئے نماز پڑھنا یا اسکی کھال کا مصلٰی وغیرہ بنانا کسی صورت میں جائز تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اور جن کے نزدیک کتے کا نجس العین وغیرہ ہونا پایہ ثبوت تک نہیں پہنچ سکا، ان میں سے بعض نے اس اصل کی بنا پر تفریع کرتے ہوئے محض فرضی وتقدیری صورتوں میں چند ضروری شرائط کے ساتھ مسائل بالا میں جواز کا قول کیا ہے کہ اگر بالفرض کسی کو ایسی صورت اتفاقاً پیش آجائے۔ تو ان کے نزدیک بعض شرائط کے ساتھ نماز کا فرض اس کے سر سے اتر جائے گا، نہ یہ کہ ضرور ہی ایسا کرنا چاہئے اور ان میں سے بعض نے نجس العین نہ ماننے کے باوجود کتا اٹھا کر نماز پڑھنے کو علی الاطلاق ناجائز قرار دیا ہے۔

الحاصل ان فرضی صورتوں میں بعض ضروری شرائط کی پابندی کے ساتھ نماز کے جواز کا قول، یہ بعض فقہا کی اپنی رائے ہے۔ جبکہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ مسائل (مندرجہ درسوال) صراحۃً قطعاً کسی معتبر کتاب میں منقول نہیں ہیں۔ لہذا ان مسائل کو بے دھڑک امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ یا علی الاطلاق فقہ حنفیہ کے مسائل کہہ دینا، درست نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ نجس العین قرار نہ دینے والے فقہا محققین بھی ان مسائل پر عمل کرنے سے احتیاط، بلکہ احتراز، بلکہ مکمل پرہیز کرنیکا مشورہ دیتے، بلکہ صاف ممنوع قرار دیتے ہیں۔

> درندے کی کھال اگرچہ پکائی گئی ہو نہ اس پر بیٹھنا چاہیے نہ نماز پڑھنی چاہیے کہ مزاج میں سختی اور تکبر پیدا ہوتا ہے

چنانچہ فقیہ شہیر علامہ مولانا محمد علی اعظمی فرماتے ہیں:

"درندے کی کھال اگرچہ پکائی گئی ہو نہ اس پر بیٹھنا چاہیے نہ نماز پڑھنی چاہیے کہ مزاج میں سختی اور تکبر پیدا ہوتا ہے۔ بکری اور مینڈھے کی کھال پر بیٹھنے اور پہننے سے مزاج میں نرمی اور انکسار پیدا ہوتا ہے۔

کتے کی کھال اگرچہ پکالی گئی ہو یا وہ ذبح کر لیا گیا ہو، استعمال میں نہ لانا چاہیے کہ ائمہ کے اختلاف اور عوام کی نفرت سے بچنا مناسب ہے" (بہار شریعت ۲، ۸۵ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور) اور فقیہ شہیر علامہ مولانا ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی (نجس العین قرار نہ دینے کے باوجود) رقمطراز ہیں:

"الا انهم لما اختلفوا فی التصحیح فالتجنب هو الاحوط" (السعایہ لحل مافی شرح الوقایہ ج ا ص ۹۰۴ طبع لاہور)

"تاہم جب فقہا نے روایات مذکورہ کی تصحیح میں اختلاف کیا ہے تو

(کتے اور اس کی کھال) سے پرہیز کرنا ہی قرین احتیاط ہے"

اور فقیہ فاضل، علامہ عبدالنبی بن احمد صاحب "سنن مصطفےٰ" میں فرماتے ہیں:

"قد تقرر في مذهبنا ان الامراذ داربين الحرمة و لا باحته وتعارضت الا دلة فالحرمة مرجحة على الاباحة والعمل بها واجب عن الكف ارتكاب ذلك حتم، سيما في العبادات" (السعایہ ج اص ۹۰ ۵ طبع لاہور)

"ہمارے مذہب میں یہ بات طے شدہ ہے کہ جب کوئی مسئلہ حرمت اور جواز کے مابین دائر ہو اور دلائل متعارض ہوں تو اس وقت حرمت کو جواز پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اور حرمت کے تقاضے کے مطابق عمل کرنا واجب ہوتا ہے اور اس کا ارتکاب کرنے سے باز رہنا لازم ہوتا ہے، خصوصاً جبکہ مسئلہ عبادات سے متعلق ہو۔"

اور علامہ امام زین الدین، فقیہ ابن نجیم المصری الحنفی، متفقہ حنفی اصولوں پر تفریع کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"وقد يقال ينبغي ان لا تصح صلاة من حمل جروا صغيرا اتفاقاً. اما على القول بنجاسة عينه فظاهر وواما على القول بطهارة عينه فلان لحمه نجس" (البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج اص ۱۰۲ مطبوعہ کراچی)

"یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس نے کتے کا چھوٹا بچہ بھی اٹھایا ہوا ہو اس کی نماز تمام فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے اتفاق سے صحیح نہ ہونی چاہئے"

کتے کے نجس العین ہونے کے قول پر تو خود ظاہر ہے اور نجس العین نہ ہونے کے قول پر یہ نماز اسلئے صحیح نہ ہونی چاہئے کہ اس قول والوں کے نزدیک بھی کتے کا گوشت بہر حال ناپاک ہے (اور ناپاک چیز اٹھائے ہوئے نماز صحیح نہیں ہوتی)" اور امام محدث وفقیہ شیخ ابراہیم الحلبی الحنفی (نجس العین نہ ماننے کے باوجود) لکھتے ہیں:

"جرو الكلب ونحوه، مما سوره نجس اذا حمله المصلىٰ حيث لاتجوز صلوته لا نه حامل للنجاسة التي هي لعابه وما اتصل به" (غنیۃ المستملی علی منیۃ المصلی ۱۹۱ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

"کتے کا بچہ اور اس جیسے اور جانور جن کا جھوٹا ناپاک ہے۔ جب نمازی اسے اٹھا کر نماز پڑھے تو اس کی نماز جائز نہ ہوگی، کیونکہ وہ نجاست کو اٹھائے ہوئے ہے۔ وہ نجاست اس کا لعاب، اور وہ اعضاء ہیں جن کے ساتھ یہ نجاست لگی ہوئی ہے۔"

ہماری اس مختصر وضاحت سے غیر مقلد سائل کا ذہن، مسائل بالا کے سلسلے میں تمام شکوک و شبہات سے پاک اور مطمئن ہوگیا ہوگا۔ اور اگر اس کے بعد مزید تسلی کی ضرورت ہو تو ہماری درج ذیل گزارشات پر انصاف کی نظر سے غور کرنا ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ پورا اطمینان قلب حاصل ہو جائے گا۔

والله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم

کتے کے مسائل میں محققین اہلحدیث کا مسلک

☆☆

ہماری تقریر گزشتہ سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ کتے کا لعاب دہن، گوشت، خون اور تمام فضلات ہمارے تمام فقہائے حنفیہ کے نزدیک متفقہ طور پر نجس غلیظ (سخت ناپاک) ہیں۔ تاہم بعض فقہا نے کتے کو خنزیر کے برابر نجس العین قرار نہ دینے کی اصل پر مسائل مذکورہ (دو سوال) میں، محض فرضی صورتوں میں چند جواز کا قول کیا ہے۔ مگر ساتھ ہی بنظر احتیاط ان مسائل کو عملاً اختیار کرنے سے منع کیا ہے۔ اس کے باوجود غیر مقلدین زمانہ اس پر خواہ مخواہ ہنگامہ آرائی اور طعن و تشنیع کا بازار گرم کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم ان کو ان کے اپنے (نام نہاد) اہلحدیث محققین کی صاف ستھری تحقیقات کا آئینہ فراہم کئے دیتے ہیں تاکہ دوسروں کی آنکھ کا تنکا دیکھ کر شور مچانے والوں کو ذرا اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر آسکے۔

چنانچہ غیر مقلدین کے مایہ ناز محقق قاضی محمد بن علی بن شوکانی، کتے اور خنزیر دونوں کی کھال کے بارے میں مندرجہ ذیل مذہب لکھ کر پھر اس کی تائید کرتے ہیں۔

"يطهر الجميع الكلب والخنزير ظاهر او باطنا .... وهوا لرجح" (نیل الاوطار جلد اص ۷۶ طبع بیروت)

"تمام حلال و حرام جانوروں یہاں تک کہ کتے اور خنزیر کی کھالیں دباغت (رنگائی) سے ظاہر و باطن میں پاک ہو جاتی ہیں۔"

مزید یہی حضرت لکھتے ہیں:

"فالحق ان الدباغ مطهر ...... من غير فرق بين مايو كل لحمه، وما لا يو كل"

"پس حق یہ ہے کہ دباغت کھالوں کو پاک کر دیتی ہے بغیر اس فرق کے کہ کھال حلال جانور کی ہے یا حرام جانور کی"

اور غیر مقلدین کے مسلّم امام، نواب صدیق حسن خان بھوپالی کے فرزندار جمند نوابزادہ ابوالخیر نورالحسن خان بہادر لکھتے ہیں:

"وچرم مدبوغ پاک ست" عرف الجادی ۹ مطبوعہ بھوپال ۱۳۰۱ھ)

"اور رنگا ہوا چمڑہ (خواہ کسی بھی جانور کا ہو) پاک ہے۔"

آگے چل کر محققین اہلحدیث کا مذہب پوری وضاحت و صراحت کے ساتھ لکھتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"دعویٰ نجس عین بودن سگ و خنزیر و پلید بودن خمر و دم مسفوح

وحیوان مردار نا تمام ست'' (عرف الجادی ۱۰)

''کتے اور خنزیر کے نجس العین ہونے اور شراب اور بہنے والے خون اور مردار کے پلید ہونے کا دعویٰ ناقص بے دلیل ہے۔''

غیر مقلد اہلحدیثوں کے قابل صد فخر محقق علامہ وحید الزمان صاحب رقمطراز ہیں:

''ایما اھاب دبغ فقد طھر ومثلہ المثانۃ و الکرش و استثنی بعض اصحابنا جلد الخنزیر والادمی والصحیح عدم الاستثناء'' (نزل الابرار من فقہ النبی المختار ج اص ۲۹ مطبوعہ سعید المطابع بنارس ۱۳۲۸ھ)

''کوئی بھی چمڑہ رنگ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے، اور اسی طرح مثانہ (پیشاب رہنے کی جگہ) اور اوجھڑی بھی اور ہمارے بعض ساتھیوں نے خنزیر اور آدمی کے چمڑے کو اس حکم سے مستثنیٰ کیا ہے، حالانکہ صحیح یہی ہے کہ وہ مستثنیٰ نہیں''

یہی حضرت مزید فرماتے ہیں:

''فسور الادمی ولو جنبا او کافر او امراۃ وکذا سور مایو کل لحمہ طاھر طھور، و کذا جمیع الاسار غیر سور الکلب و الخنزیر ففیہ قولان والا صح الطھارۃ'' (نزل الابرار من فقہ النبی المختار ج اص ۳۱)

''پس آدمی کا جھوٹا، خواہ وہ جنبی یا کافر یا عورت ہو، یونہی تمام حلال جانوروں کا جھوٹا پاک بھی ہے اور پاک کرنے والا بھی (یعنی اس سے وضو درست ہے) یونہی تمام (حلال وحرام) جانوروں کے جھوٹے بھی طاہر ومطہر ہیں، البتہ کتے اور خنزیر کے جھوٹے میں دو قول ہیں اور زیادہ صحیح یہی ہے کہ وہ بھی پاک ہے۔''

نواب وحید الزمان صاحب ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں:

''واختلفوا فی لعاب الکلب والخنزیر و سورھما والارجح طھارتہ'' (نزل الابرار ج اص ۴۹)

''واختلفوا فی لعاب الکلب والخنزیر و سورھما وا رجح طھارتہ''

ترجمہ ''اور انہوں نے کتے اور خنزیر کے لعاب دہن میں اختلاف کیا ہے، لیکن ہمارے نزدیک زیادہ راجح یہ ہے کہ وہ پاک ہے۔''

یہ نواب صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''ودم المسک طاھر وکذا الکلب وریقہ، عند المحققین من اصحابنا'' (نزل الابرار ج اص ۳۰)

''اور مچھلی کا خون پاک ہے اور اسی طرح کتا اور کتے کا لعاب دہن بھی ہمارے (غیر مقلدین کے) محقق علماء کے نزدیک پاک ہے۔''

نواب صاحب کچھ اور آگے چل کر فرماتے ہیں:

''ویتخذ جلدہ مصلی و دلوا ولو سقط فی الماء ولم یتغیر لا یفسد الماء وان اصاب فمہ و کذا الثوب لا ینجس بانتفاضہ ولا بعضہ ولا العضو ولو اصابہ ریقہ ولا تفسد صلوۃ حاملہ'' (نزل الابرار ج اص ۳۰)

ترجمہ ''کتے کی کھال کا نماز کیلئے مصلیٰ اور ڈول (بوکا) بنانا جائز ہے اور اگر کتا (تھوڑے یا زیادہ) پانی میں گر جائے اور پانی کا رنگ و بو تبدیل نہ ہو تو پانی پلید نہ ہوگا، خواہ پانی اس کے منہ تک بھی پہنچ گیا ہو۔ یوں ہی بھیگے کتے کے چھینٹوں اور اس کے کاٹنے سے کپڑا یا عضو ناپاک نہیں ہوتا۔ چاہے اس پر کتے کی رالیں بھی گرتی رہیں۔ اور کتا اٹھا کر نماز پڑھنے والے کی نماز بھی فاسد نہیں ہوتی (اس کی نماز درست ہو جاتی ہے)''

اور غیر مقلد نام نہاد اہلحدیثوں کے ایک پرانے اور نہایت بزرگ پیشوا علامہ امام ابن حزم ظاہری ارشاد فرماتے ہیں:

فالذی یتحتم القول بہ فی الابوال والا زبال ھو الاقتصار علیٰ نجاسۃ بول الادمی وزبلہ والروثۃ. وقد نقل التیمی ان الروث مختص بما یکون من الخیل والبغال والحمیر.'' (نیل الاوطار ج ۱، ۶۲ طبع بیروت)

ترجمہ: ''پیشابوں اور پاخانوں کے بارے میں جس بات کا قائل ہونا واجب ہے وہ یہ ہے کہ صرف انسان کا پیشاب اور پاخانہ اور لید ناپاک ہے (باقی تمام حلال وحرام جانوروں کے پیشاب اور مینگنیاں پاک ہیں) تیمی نے نقل کیا لید فقط گھوڑے، خچر اور گدھے کے پاخانے کو کہتے ہیں۔''

ظاہر ہے کہ وہابیوں کے امام ابن حزم ظاہری کے نزدیک بول و براز کی طہارت و نجاست کی بابت مقرر کردہ اصول کے مطابق کتے اور خنزیر کا بول اور پاخانہ بالکل پاک ہے، کیونکہ وہ انکی بتائی ہوئی ناپاک پیشاب و پاخانوں کی فہرست میں داخل نہیں ہو سکتے۔

اور وہابیوں غیر مقلدوں کے عظیم محقق اور عظیم مصنف جناب علامہ وحید الزمان صاحب الخاطب نواب وقار نواز جنگ حیدر آبادی لکھتے ہیں:

''والمنی طاھر سواء کان رطبا اویا بسا مغلظا اور غیر مغلظ وغسلہ، از کیٰ و اولیٰ وکذلک الدم غیر دم الحیض وکذلک رطوبۃ الفرج وکذلک الخمر وبول مایو کل لحمہ ومالا یو کل لحمہ من الحیوانات''

''اور منی پاک ہے تر ہو یا خشک، گاڑی ہو یا پتلی اور اس کو دھونا زیادہ ستھرائی کا باعث اور بہتر ہے۔ اور اسی طرح خون حیض کے علاوہ ہر قسم کے خون (انسان کا خون ہو یا حلال حرام کسی بھی جانور کا) یونہی فرج (عورت

اور تمام مادہ جانوروں کی مخصوص شرمگاہ) سے بہنے والی رطوبت ،اور یونہی شراب اور تمام حلال وحرام جانوروں کے پیشاب سب پاک ہیں"۔

مگر انہوں نے اتنی مہربانی فرمائی ہے کہ غیر مقلد اہلحدیثوں کے مذہب کی ان نہایت ہی پاکیزہ چیزوں کی فہرست سے امام ابن حزم ظاہری کے قول کے برخلاف خنزیر کے پیشاب کو اگلی سطر میں مستثنیٰ کر کے اسے ناپاک چیزوں کی فہرست ہی میں رہنے دیا ہے۔ مگر صرف دو ہی سطروں کے بعد کتے کے پیشاب اور اس کے پاخانے کو صاف طور پر پاک قرار دے کر غیر مقلدوں کے ذہن کی مخصوص پاکیزگی اور ستھرائی کی عکاسی فرمائی ہے۔ چنانچہ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

"و كذلك في بول الكلب و خرائه والحق انه لا دليل على النجاسة" (نزل الابرار ج ۱، ص ۵۰)

ترجمہ: اور اسی طرح کتے کے پیشاب اور اس کے پاخانے کے مسئلے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ (وہ پاک ہیں) ان کے ناپاک ہونے کی کوئی دلیل نہیں"۔

واضح رہے کہ یہاں ہمارا مقصد فقط اتنا ہی تھا کہ فقہ وہابیہ میں سے صرف کتے اور خنزیر کی طہارت ونجاست کے متعلق چند مسائل کا ذکر کریں۔ مگر ان کے ساتھ ضمناً کچھ اور مسائل طہارت کا ذکر بھی آ گیا ہے۔ دراصل کتے وخنزیر کے مسائل ان دوسرے مسائل سے کچھ اس طرح ملے جلے ہوئے تھے۔ کہ اگر ہم ان عبارتوں میں سے کتے اور خنزیر کے مسائل کو علیحدہ کر کے بیان کرتے تو مخالف متعصب ہم پر الزام لگاتا کہ ہم نے سیاق وسباق سے عبارتوں کو کانٹ چھانٹ کر ان میں اپنی طرف سے کوئی مفہوم ڈال دیا ہے۔ لہٰذا ان مسائل کو پوری عبارتوں کے ساتھ سیاق وسباق کی روشنی میں پیش کرنا پڑا۔

تا کہ شک وشبہ رہ نہ پائے۔ بہر حال یہ فقہ غیر مقلدین کے پورے ایک درجن اقتباسات ہیں۔ جن سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ محققین غیر مقلدین کے مذہب میں۔

(کتا)

۱) کتے کا رنگا ہوا چمڑا پاک ہے۔

۲) کتا نجس العین نہیں ہے۔

۳) کتا پاک ہے۔

۴) کتے کی کھال کا مصلی، ڈول بوکا وغیرہ بنا کر استعمال میں لانا جائز ہے۔

۵) کتا اٹھا کر نماز پڑھنا درست ہے، اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

۶) بھیگے کتے کے چھینٹے پڑنے سے کپڑا یا بدن ناپاک نہیں ہوتا۔

۷) کتے کے منہ سے گرنے والی رالیں پاک ہیں۔

۸) کتے کا جھوٹا پاک ہے۔

۹) پانی کے ٹب میں زندہ یا مردہ کتا گر جائے اور چاہے کتنی دیر تک پڑا رہے۔ پانی پاک ہی رہے گا، تاہم جس وقت پانی کا رنگ وبو متغیر ہو جائے تب پانی ناپاک ہو جائے گا۔

۱۰) کتے کے کاٹنے سے کپڑا اور بدن ناپاک نہیں ہوتا، چاہے وہ کتے کے منہ سے گرنے والی رالوں سے آلودہ ہو جائے۔

۱۱) کتے کا پیشاب پاک ہے۔

۱۲) کتے کی ٹٹی بھی پاک ہے۔

(خنزیر)

۱۳) خنزیر کی رنگی ہوئی کھال پاک ہے۔ (لہٰذا خنزیر کی کھال کا مصلی، لوٹا، بوکا بنانا بھی محققین وہابیہ کے نزدیک جائز ودرست ہوا۔

۱۴) خنزیر نجس العین نہیں ہے۔ (محققین وہابیہ کے نزدیک اسے بھی اٹھا کر نماز درست ہونی چاہیے)

۱۵) خنزیر کا جھوٹا پاک ہے۔

۱۶) خنزیر کے منہ کا لعاب بھی پاک ہے۔

(متفرق)

۱۷) خون حیض کے سوا ہر خون پاک ہے۔ (لہٰذا کتے اور خنزیر کا خون بھی پاک ہوا)

۱۸) آدمی اور خنزیر کے پیشاب کے سوا دنیا بھر کے تمام حلال اور حرام جانوروں کا پیشاب پاک ہے۔

۱۹) وہابیوں کے امام ابن حزم ظاہری کے فتویٰ وتحقیق کے مطابق: "آدمی کے بول وبراز اور گھوڑے، گدھے وخچر کی لید کے علاوہ (خنزیر سمیت) جہان بھر کے تمام حلال وحرام جانوروں کے پیشاب وپاخانے پاک ہیں۔ اور ان کو پاک ماننا واجب ہے۔

۲۰) ہر حرام جانور کی کھال دباغت کے بعد پاک ہے۔

۲۱) تمام جانوروں کا مثانہ (پیشاب کی ٹینکی) بعد دباغت پاک ہے۔

۲۲) تمام حرام جانوروں کا جھوٹا طاہر ومطہر (پاک اور پاک کرنیوالا ہے۔) لہٰذا اس سے وضو کرنا کپڑے دھونا درست ہے۔

۲۳) شراب پاک ہے۔

۲۴) مردار پاک ہے۔

۲۵) منی ہر قسم کی پاک ہے۔ وغیرھا

ولا حول ولا قوة الا بالله العلى القوى العظيم ٥

☆☆☆☆☆

تحریر: پروفیسر محمد طفیل چوہدری

تاریخ کشمیر کا ایک ورق

ریاست جموں و کشمیر میں مسلمانوں کی آمد، اشاعت اسلام اور پانچ سو سالہ دور حکومت کی مختصر تاریخ

سرزمین پاکستان کی سات سو پچاس میل لمبی شمالی سرحد سے متصل اور ہمالیہ کے بلند و بالا سنگلاخ پہاڑوں کی گود میں دنیا کی حسین ترین وادی کشمیر واقع ہے۔ ایشیاء کے وسط میں واقع ہونے کی وجہ سے یہ وادی قلب ایشیاء بھی کہلاتی ہے۔ اس کا کل رقبہ 84471 مربع میل ہے۔ یہ وادی دو میدانوں پر مشتمل ہے۔ مغربی میدان جس کا رقبہ 25x84 مربع میل ہے، کشمیر کہلاتا ہے جبکہ مشرقی میدان جموں کے نام سے موسوم ہے۔ ریاست جموں و کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ 1941ء کی مردم شماری کے مطابق ریاست میں مسلمانوں کی مجموعی آبادی 77.11 فیصد تھی۔ صرف وادی کشمیر میں 90 فیصد مسلمان تھے۔ ریاست کی 350 میل لمبی سرحد مشرق کی جانب بھارت سے ملتی ہے، لیکن جغرافیائی، دفاعی اور کثیر مسلم آبادی کی وجہ سے یہ ریاست پاکستان کیلئے شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہے اور قدرتی طور پر یہ پاکستان کا حصہ ہے۔

یہ خطہ جنت نظیر پانچ ہزار قبل مسیح سے تاریخ کی روشنی میں ہے۔ اس سے قبل کے حالات پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ بقول کشمیری مورخ محمد دین فوق کشمیر کا قدیم نام سرتی تھا۔

طوفان نوح کے بعد یہ وادی پیالہ نما جھیل بن گئی۔ پانی نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ لوگ پہاڑوں پر آباد ہو گئے جب تک وادی کشمیر زیر آب رہی، لوگ اِدھر اُدھر جانے کیلئے کشتیاں استعمال کرتے تھے۔ ان کشتیوں کو باندھنے کیلئے بڑے بڑے پتھروں کو چھیدا گیا تھا۔

علاقہ شوپیاں و دیگر مقامات پر ایسے سوراخ ملتے ہیں جو نو بندھن کے نام سے موسوم ہیں۔ اس زمانہ میں ملتان کا راجہ ہرنا کشپ موسم سرما میں سیر و تفریح کیلئے کشمیر آیا تو اس نے بارہ مولا کے مقام پر دیکھا کہ ایک بڑی چٹان نے سرتی کا پانی روک رکھا ہے۔ راجہ نے چٹان کے ٹکڑے کروا دیئے تو پانی کا دھارا بہہ نکلا اور ملتان تک کے علاقے کو سیراب کرتا ہوا دریائے چناب سے مل گیا۔ یہی دھارا دریائے جہلم کہلاتا ہے۔ سرتی کا پانی خشک ہو گیا تو قابل کاشت زمین نکل آئی۔ راجہ نے لوگوں کو یہاں آباد کیا اور یہ خطہ راجہ ہرنا کشپ کے نام کی نسبت سے کشپ میر کہلانے لگا۔ (میر کا لفظ بھارت کے اہم شہروں مثلاً جیسلمیر اور اجمیر سے لیا گیا ہے) بعد میں کشپ میر سے مشہور ہو گیا لیکن بابر نے تزک بابری میں لکھا ہے کشمیر یہاں کی ایک پہاڑی قوم کاس کی وجہ سے کشمیر کہلاتا ہے۔ تقریباً کچھ سو سال قبل یہاں دیا کرن نامی ایک ہندو راجہ نے حکومت کرنا شروع کی۔ اس کے خاندان کے 52 راجاؤں نے کشمیر پر حکومت کی۔ 250 ق م میں راجہ اشوک نے کشمیر کو فتح کیا تو یہاں بدھ مت کی اشاعت کا آغاز ہوا۔

94 ہجری میں محمد حارث علافی پہلا عرب مسلمان کشمیر میں اپنے چند رفقاء کے ہمراہ داخل ہوا۔ یہ شخص شام کا باشندہ تھا اور خلفاء راشدین کے عہد میں مکران میں اسلامی فوج کے دستوں میں شامل ہو کر آیا۔ اموی عہد حکومت میں کسی وجہ سے مکران کے گورنر سعید بن اسلم کلابی کو قتل کر دیا اور مکران پر قابض ہو گیا لیکن حجاج کے مقرر کردہ گورنر حجاز بن سعر کی آمد پر 85 ہجری

> داہر نے خوش ہو کر مکران کی سرحد کے قریب علافیوں کو جاگیر عطا کی

سید علی ہمدانی کی وفات کے بعد آپ کے فرزند میر محمد ہمدانی کئی سو ساتھیوں کے ہمراہ کشمیر میں اشاعت اسلام کی غرض سے آئے اور بارہ سال تک اور بقول بعض مورخین کے بیس بائیس سال تک دعوت حق دیتے رہے۔

میں بھاگ کر وہ سندھ کے راجہ داہر کے دربار میں پناہ گزین ہوا۔ رل کے راجہ کو داہر کے حکم پر شکست دی تو داہر نے خوش ہو کر مکران کی سرحد کے قریب علافیوں کو جاگیر عطا کی۔ محمد بن قاسم کے ہاتھوں راجہ داہر کے خاتمے کے بعد 94 ہجری میں اسلامی افواج نے جب برہمن آباد کا محاصرہ کر لیا تو راجہ داہر کا لڑکا جے سنگھ رل کے راجہ سے امدادی فوج لیکر پہنچا لیکن محاصرہ کی وجہ سے قلعے میں داخل نہ ہو سکا۔ تو اسلامی فوج پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے۔ محمد بن قاسم کی فوج نے جواباً چھاپے مارنے شروع کر دیئے ایک جھڑپ کے دوران حارث علافی جو کہ جے سنگھ کے ہمراہ تھا۔ اس سے جدا ہو گیا وہ سیدھا راجہ کشمیر کے دربار میں پہنچا۔ راجہ نے اس کی بڑی عزت کی۔ پچاس گھوڑے بمعہ ساز و سامان اور دو سو خلعتیں عطا کیں اور موضع شاکلہار بطور جاگیر عطا کی۔ دوسری دفعہ جب حارث علافی راجہ کے دربار میں حاضر ہوا تو راجہ نے اسے باشاہوں کے شایان شان اعزاز بخشا۔ اسے کرسی چتر اور قیمتی تحائف سے نوازا۔ کشمیر میں علافی اور اس کے ساتھیوں کی آمد سے کشمیر میں اشاعت اسلام کا آغاز ہوا۔ حارث علافی کی وفات کے بعد جہم شامی اس کا جانشین بنا تو اس نے باقاعدہ تبلیغ اسلام کا آغاز کیا اور متعدد مساجد تعمیر کروائیں۔ راجہ کے دربار میں جہم کو بڑی عزت و تکریم حاصل تھی۔

51-52 ہجری میں سندھ میں عباس خلیفہ المنصور کے گورنر عمرو بن ہشام تغلبی نے کشمیر کی سرحد پر حملہ کیا لیکن سندھ میں بغاوت کی وجہ سے وہ واپس لوٹ گیا۔ ریاست جموں و کشمیر میں اسلام کی مؤثر اشاعت و تبلیغ کا کام چودھویں صدی عیسوی میں ہوا۔ سب سے پہلے کامیاب مبلغ حضرت بلال شاہ (شاہ بلبل) تھے۔ آپ 1324ء میں کشمیر آئے۔ حاکم کشمیر رنجن شاہ بدھ مت کا پیرو تھا اور وہ کسی سچے مذہب کا متلاشی تھا۔ جب راجہ کی ملاقات بلبل شاہ سے ہوئی تو وہ آپ کی سیرت و کردار سے بہت متاثر ہوا۔ رنجن شاہ بمعہ شاہی خاندان کے افراد، امراء اور وزرا کے ہمراہ مشرف بہ اسلام ہوا۔

بلبل شاہ کی وفات (1326ء) کے بعد رنجن شاہ نے صدر الدین کا لقب اختیار کیا۔ بلبل شاہ کی تبلیغی مساعی سے دس ہزار کشمیری دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ صدر الدین کی وفات کے بعد کشمیر میں طوائف الملوکی کا دور دورہ رہا حتیٰ کہ سورت کے ایک بزرگ شاہ مرزا (بعد میں سلطان شمس الدین) جو 315 ہجری میں کشمیر آئے اور راجہ سنگھ دیو کی ملازمت اختیار کر لی تھی، نے عنان حکومت سنبھالی اور امن و امان قائم کیا۔ کشمیر میں یہ پہلا مسلمان حکمران تھا۔ اس خاندان نے اڑھائی سو سال تک کشمیر پر حکومت کی۔ اس خاندان کا آخری مشہور حکمران زین العابدین تھا جو "بڈ شاہ اور کشمیر کا اکبر اعظم" کے لقب سے مشہور ہے۔ اکبر کی طرح زین العابدین نے بھی اسلام کے منافی بہت سے قوانین نافذ کئے اور گاؤکشی پر پابندی لگا دی لیکن پابندیوں کے باوجود اسلام کی اشاعت جاری رہی۔ اس کے عہد حکومت میں کوہالہ اور بارہ مولا کے ہندو راجپوت قبیلے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

سید علی ہمدانی کے دست مبارک پر 37 ہزار کشمیریوں نے اسلام قبول کیا

1349ء میں سید علی ہمدانی سہروردی ایران سے 700 سو سیدوں کے ہمراہ کشمیر میں تبلیغ اسلام کی غرض سے تشریف لائے۔ انہوں نے ریاست کے چپے چپے کا دورہ کیا اور لوگوں کو دعوت اسلام دی۔ آپ کے رفقاء میں سے شیخ سلیمان اور امیر سید حسنین سمنانی زیادہ مشہور ہیں۔ سید علی ہمدانی نے کشمیر میں جا بجا مکتب اور شفاء خانے کھولے اور صنعت کو بھی فروغ دیا۔ آپ کے دست مبارک پر 37 ہزار کشمیریوں نے اسلام قبول کیا۔ مجمع الحدیث، شرح اسمائے حسنیٰ، شرح فصوص الحکم آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ تاریخی کتب سے کشمیر میں آپ کی تین بار آمد کا ذکر ملتا ہے۔ آپ نے 1384ء میں ہزارہ میں وفات پائی۔

سید علی ہمدانی کی وفات کے بعد آپ کے فرزند میر محمد ہمدانی کئی سو ساتھیوں کے ہمراہ کشمیر میں اشاعت اسلام کی غرض سے آئے اور بارہ سال تک اور بقول بعض مورخیں کے بیس بائیس سال تک دعوت حق دیتے رہے۔ حاکم کشمیر سلطان سکندر آپ کا بہت معتقد تھا۔ سلطان سکندر کا وزیر شاہ سنہا بھٹ آپ کے دست مبارک پر اسلام لایا اور آپ سے اپنی لڑکی کی شادی کر دی۔ سید میر محمد نے 1397ء میں کشمیر کو خیر باد کہا۔

سید علی ہمدانی اور ان کے فرزند کی تبلیغی مساعی سے کشمیر میں علماء اور صوفیاء کرام کا ایک طبقہ پیدا ہوا جس نے اپنی زندگیاں دعوت اسلام کیلئے وقف کر دیں۔ مقامی علماء میں سے نورالدین نے سب سے زیادہ شہرت پائی۔

آپ کشمیر کے بہت بڑے ولی سمجھے جاتے ہیں۔ آپ نے 1438ء میں وفات پائی۔ آپ کا مزار شریف چرار میں واقع ہے، جسے حالیہ تحریک آزادی کے دوران بھارتی حکام نے جلا دیا تھا۔

باران طریقت حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی، حضرت مخدوم جلال بخاری، حضرت فرید الدین مسعود شکر گنج اور حضرت لال شہباز قلندر بھی موسم گرما میں کشمیر میں تشریف لایا کرتے تھے اور تبلیغی مجالس جمایا کرتے تھے۔ 78-1477ء میں عراق سے نور بخشی کے مرید شمس الدین عراقی کشمیر میں تشریف لائے اور ایک نئے فرقے نور بخشیہ کی بنیاد رکھی۔ جس کے عقائد شیعوں سے ملتے تھے۔

شمس الدین عراقی نے اصحاب رسول اور حرم محترم پر رکیک حملے کئے۔ چک قوم نے آپ کے عقائد اختیار کئے۔ آپ نے والئی کشمیر کا جو چک کیلئے کتاب الاحوط لکھی۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ کے ہاتھ پر روزانہ بیس بیس ہزار ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ بعد میں آپ چیچن چلے گئے۔

علمائے کرام کے علاوہ بعض مسلمان حکمرانوں نے بھی کشمیر میں اسلام پھیلانے میں اہم رول ادا کیا۔ سلطان محمود غزنوی پہلا حکمران ہے جو کشمیر پر حملہ آور ہوا اور 405 ہجری میں محمود نے لاہور کے ہندو راجہ جے پال ثانی کو نندونہ (جہلم) کے مقام پر شکست دی تو راجہ بھاگ کر کشمیر کے ہندو راجہ کے ہاں اک پہاڑی گھاٹی میں پناہ گزین ہوا۔ محمود نے اس کا تعاقب کیا اور کئی قلعے فتح کر ڈالے۔ 406 ہجری میں محمود غزنوی کشمیر کے راجہ کی تعذیب کی خاطر اس پر حملہ آور ہوا اور قلعہ لوہ کوٹ کا محاصرہ کرلیا۔ لیکن اندورن ملک بغاوت کی وجہ سے محمود واپس لوٹ گیا۔

409 ہجری میں محمود پھر راجہ کی گوشمالی کیلئے کشمیر پر حملہ آور ہوا۔ بقول ابن خلدون محمود کی فوج میں بیس ہزار ماوراالنہر اور خراسان کے مجاہد بھی شامل تھے۔ محمود کی آمد کی خبر پا کر قیمتی تحائف لیکر صلح اور اطاعت کیلئے راجہ محمود کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بعد میں محمود قنوج پر لشکر کشی کیلئے خفیہ پہاڑی راستے سے نیپال کے راستے روانہ ہوا تو راجہ مقدمۃ الجیش کے ساتھ قلعہ مہابن تک اس کے ساتھ گیا۔ راستے میں ہردت والئی میرٹھ نے اسلام قبول کیا۔ محمود کے حملوں نے اشاعت کیلئے راہ ہموار کی اور دور رس نتائج چھوڑے۔

99-1398ء میں وسط ایشیاء کا عظیم مسلم فرماں روا تیمور (المعروف قہر الٰہی) دہلی پر حملہ آور ہوا اور ناصر الدین محمود کے سپہ سالار اقبال خاں کو شکست دے کر دہلی پر قابض ہوگیا۔ اس کے بعد وہ شمال مغربی علاقوں کو تہ وبالا کرتا ہوا جموں پر حملہ آور ہوا اور وہاں کے ہندو راجہ کو شکست دیکر گرفتار کرلیا۔ راجہ نے اسلام قبول کرلیا اور گائے کا گوشت کھایا۔ راجہ کے اسلام قبول کرنے سے جموں کے علاقے میں اشاعت اسلام کو بڑی مدد ملی۔

رنجیت سنگھ کی وفات 1839 کے بعد سکھ دوبارہ خانہ جنگی کی لپیٹ میں آ گیا، انگریز موقع کی تاک میں تھے، انہوں نے سکھ حکومت کے خلاف منصوبے بنانے شروع کر دیئے

کشمیر میں مسلمانوں کی آمد (94ھ) سے ایک طرف اشاعت اسلام مسلمانوں کی تعداد اور قوت میں بتدریج اضافہ ہوتا چلا گیا اور مسلمان اقلیت سے اکثریت میں بدلتے چلے گئے۔ دوسری طرف راجہ رنجن شاہ کے اسلام قبول کر لینے سے کشمیر میں مسلمانوں کے دور اقتدار کا آغاز ہوا۔ خصوصاً شاہ مرزا کے عنان حکومت سنبھالنے سے مسلم اقتدار کی بنیادیں اور مضبوط ہوگئیں۔ شاہ مرزا کے خاندان نے 1540ء تک کشمیر پر حکومت کی۔ 1540 میں بابر کے بھتیجے مرزا حیدر نے کشمیر کو زیر نگیں کرلیا۔ اور وہ 1553ء تک بر سر اقتدار رہا۔ بعد میں چک خاندان حکومت پر قابض ہوگیا۔

چک حکمران مذہباً شیعہ تھے۔ ان کے عہد میں شیعوں نے سنیوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ سنیوں کے مذہبی قائد بابا داؤد خاکی اور شیخ صیرفی وغیرہ پر مشتمل ایک وفد نے اکبر کے پاس جا کر نجات کی درخواست کی۔ چنانچہ اکبر نے 1586ء میں کشمیر پر لشکر کشی کر کے ریاست کا الحاق مغلیہ سلطنت سے کر لیا۔ اس طرح چک خاندان کے 30 سالہ دور کا خاتمہ ہوا، جس کا آغاز 1554ء سے ہوا تھا۔

ریاست جموں و کشمیر پر مغل 1586ء سے لیکر 1752ء تک حکمران رہے۔ 1752ء میں مقیم کی درخواست پر احمد شاہ ابدالی والئی کابل نے ریاست پر قبضہ کرلیا۔ افغانوں نے کشمیر پر جولائی 1819ء تک حکومت کی۔ یہ عرصہ افراتفری بدامنی سازشوں اور اقتدار کیلئے رسہ کشی کا دور تھا۔ اس عرصہ میں 14 گورنر مقرر ہوئے۔ گورنروں نے متعدد بار کشمیر کو افغان حکومت سے کاٹنے اور خود مختار ہونے کی کوشش کی۔ انیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں افغان حکومت انتشار کا شکار ہوگئی۔ زبردست خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ شاہ زماں اور اس کا بھائی محمود پنجاب کی سکھ حکومت کے دربار میں امداد کے طالب ہوئے۔

سکھوں نے امداد کی آڑ میں وقت سے فائدہ اٹھایا اور 6 جولائی 1819ء میں رنجیت سنگھ کی خالصہ فوج نے کشمیر پر قبضہ جمالیا۔ مسلمانوں کے

پانچ سو سالہ اقتدار کا خاتمہ ہو گیا اور کشمیر میں سکھا شاہی کا آغاز ہوا۔ کشمیر کی تاریخ میں یہ بدترین دور تھا۔ سکھوں نے تیس سالہ دور میں مسلمانوں پر اس قدر مظالم ڈھائے جس کی مثال تاریخ کشمیر میں نہیں ملتی۔ اس دور میں مسلمانوں کی حالت جانوروں سے بدتر تھی۔

سکھ دور میں گلابو برادران نے خالصہ دربار میں بڑا عروج حاصل کیا۔ گلابو (بعد میں مہاراجہ گلاب سنگھ) کشمیر کا ڈوگرہ تھا۔ منگلا کے قلعہ دار کے ہاں تین روپے ماہوار پر ملازم ہوا۔ پھر بھمبر کے جاگیردار سلطان کی ملازمت میں چلا گیا اور آخر کار رنجیت سنگھ کے دربار سے وابستہ ہو گیا۔ رنجیت سنگھ نے گلاب سنگھ کو جموں، اس کے بھائی دھیان سنگھ کو پونچھ اور سچیت سنگھ کو رام نگر کی جاگیریں عطا کیں۔

شیخ امام الدین کی معزولی کے بعد گلاب سنگھ کو کشمیر کا گورنر بنا دیا گیا اور اس کے بھائی دھیان سنگھ نے اپنا مشیر خاص بنا لیا۔

رنجیت سنگھ کی وفات 1839ء کے بعد سکھ دربار خانہ جنگی کی لپیٹ میں آ گیا۔ انگریز موقع کی تاک میں تھے۔ انہوں نے سکھ حکومت کے خلاف منصوبے بنانے شروع کر دیے۔

رانی جنداں نے خالصہ فوج کا زور توڑنے اور خانہ جنگی سے بچنے کیلئے انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ سکھوں کو بار بار ہزیمت اٹھانا پڑی۔ اسی دوران گلاب سنگھ نے نمک حرامی کرتے ہوئے انگریزوں سے خفیہ طور پر سکھ دربار کے خلاف معاہدہ کر لیا اور طے پایا کہ انگریز اگر کشمیر کا علاقہ اس کے حوالے کر دیں تو وہ ان کا (انگریزوں کا) قبضہ لاہور پر کروا دے گا۔

سب داؤں کے مقام پر سکھوں نے جب انگریزی فوج سے شکست کھائی تو انگریزی فوج نے دریائے راوی کو عبور کر کے 20 فروری 1846ء کو لاہور پر قبضہ کر لیا جو کہ گلاب سنگھ کی غداری کا نتیجہ تھا۔

سکھوں کی پہلی لڑائی کے خاتمہ کے بعد مارچ 1846ء میں انگریزوں اور سکھوں کے مابین معاہدہ لاہور عمل میں آیا جس میں طے پایا گیا کہ سکھ دربار انگریزوں کو ڈیڑھ کروڑ روپے تاوان جنگ ادا کرے گا جس میں سے 50 لاکھ نقد اور ایک کروڑ روپے کے عوض جموں و کشمیر کا علاقہ انگریزوں کے حوالے کیا جائے گا۔ جو گلاب سنگھ کے ہاتھ ایک ملین پونڈ کے عوض بیچ دیا جائے گا۔ چنانچہ معاہدہ لاہور کی دفعہ نمبر 6 اور معاہدہ امرتسر کی دفعہ 301 کے تحت ریاست جموں و کشمیر گلاب سنگھ کو مل گئی۔ اور 9 مارچ 1846ء سے ڈوگرہ راج کی بنیاد پڑی جو تقسیم ہند 1947ء کے چند ماہ بعد تک قائم رہی۔ اس دوران چار ڈوگرہ راجاؤں نے حکومت کی۔ ریاست کا آخری راجہ ہری سنگھ تھا۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے پر کشمیر کی مسلم اکثریت ریاست کا الحاق پاکستان سے کرنے کی خواہاں تھی۔ جبکہ ہری سنگھ درپردہ کشمیر کے الحاق کا فیصلہ بھارت سے کر چکا تھا۔ جو کہ بھارتی لیڈروں کی سازش کا نتیجہ تھا۔

اس پر کشمیری مجاہدین سر بکفن ڈوگرہ راجہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ریاست کے بہت سے مغربی علاقوں کو ڈوگرہ فوج سے آزاد کروا لیا۔ یہاں تک کہ وہ دارالحکومت سری نگر کے نواح میں پہنچ گئے۔ راجہ کی کمزور ڈوگرہ فوج تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ امید پیدا ہو چکی تھی، کہ سارے کشمیر پر مجاہدین اسلام کا قبضہ ہو جائے گا۔ اسی دوران ہری سنگھ کی درخواست پر بھارت کے رہنماؤں نے ہوائی جہازوں کے ذریعے سری نگر کے ہوائی اڈے اور دیگر اہم علاقوں میں بھارتی سینا اتار دی، جس سے حریت پسندوں کی پیش قدمی رک گئی تو پاک فوج باطل سے ٹکر لینے کیلئے مجاہدین کے دوش بدوش میدان کارزار میں اتر پڑی۔ پاک فوج کی ضرب حیدری کی تاب نہ لا کر بھارتی حکمران بوکھلا اٹھے اور اقوام متحدہ سے جنگ بندی کی اپیل کی۔ چنانچہ اقوام متحدہ کی مداخلت پر کشمیر کی قسمت کا فیصلہ جنگ کی بجائے رائے شماری کے ذریعے کرنا طے پایا لیکن آج تک اقوام متحدہ اور بھارتی حکمران اپنا وعدہ ایفا نہیں کر سکے۔ دیکھئے آزادی کی صبح کب طلوع ہوتی ہے؟

> **آزادی کی خاطر 71 ہزار سے زائد اہل ایمان شہادت کا مرتبہ پا چکے ہیں۔ ہزاروں منتظر کھڑے ہیں۔ انشاءَ اللہ جہاد کی بدولت جموں و کشمیر بہت جلد آزادی سے ہمکنار ہو گا**

مندرجہ بالا سطور 1981ء میں تحریر کی گئی تھیں۔ جبکہ آج ان سطور کو تقریباً 19 سال بعد اشاعت کیلئے بھیجا جا رہا ہے۔ 19 سال کے عرصہ میں بہت زیادہ تبدیلیاں آ چکی ہیں۔ جہاد کشمیر یعنی تحریک آزادی کو شروع ہوئے۔ گیارہ سال (1989ء سے) ہو چکے ہیں۔ اس وقت تحریک آزادی جموں و کشمیر اپنے عروج پر ہے۔ آزادی کی خاطر 71 ہزار سے زائد اہل ایمان شہادت کا مرتبہ پا چکے ہیں۔ ہزاروں منتظر کھڑے ہیں۔ انشاءَ اللہ جہاد کی بدولت جموں و کشمیر بہت جلد آزادی سے ہمکنار ہو گا۔ شہداء کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ انشاءاللہ

جب تک نہ جلیں دیپ شہیدوں کے لہو سے
کہتے ہیں کہ جنت میں چراغاں نہیں ہوتا

☆☆ ....

کیا یہ سب مشرک ہیں؟!

سید عامر حسینی کے قلم سے

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو زبردست کمالات وتصرفات عطا فرمائے ہیں۔ لیکن منکر اس بات کو نہیں سمجھتا۔ ذیل کی سطور حقیقت حال کو سمجھنے میں ممد ومعاون ثابت ہونگی۔ (انشاءاللہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کمالات

قرآن پاک کے تیسرے پارے کے تیرھویں رکوع میں ہے۔

اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ O

(ترجمہ):۔ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہوں گے) میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہوجاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو تم اپنے گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو۔ بے شک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے۔ اگر تم مومن ہو۔

خط کشیدہ عبارات پر غور کریں کس شان سے جناب عیسیٰ علیہ السلام کے کمالات وتصرفات کا ذکر قرآن کر رہا ہے۔)

کمالات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

☆...... عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ تین مہمان گھر لائے۔ پھر حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضری کیلئے چلے گئے۔ رات گئے واپس آئے۔ اہلیہ محترمہ سے پوچھا "کیا مہمانوں نے کھانا کھایا؟" وہ عرض کرنے لگیں کہ مہمانوں نے آپ کے بغیر کھانے سے انکار کردیا تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ کھانا کھائیے۔ ایک مہمان کا بیان ہے، اللہ کی قسم! ہم جو بھی لقمہ لیتے تو نیچے والا کھانا پہلے سے زیادہ ہوتا، یہاں تک کہ ہم نے شکم سیر ہوکر کھایا اور کھانا پہلے سے بھی زیادہ تھا۔ بعد ازاں اس سے کچھ حضور انور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ صبح حضور پرنور ﷺ نے بارہ آدمیوں کو الگ الگ مہمات پر بھیجا اور ہر ایک کے ماتحت کافی تعداد میں نفری تھی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے وہ کھانا ان کے ساتھ بھیج دیا، جسے سب نے شکم سیر ہوکر کھایا۔ (بخاری ومسلم)

کمالات عمر فاروق رضی اللہ عنہ

☆...... امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الشامل میں لکھا ہے کہ دور فاروقی میں زمین زلزلے سے لرزنے لگی۔ آپ نے اللہ کریم کی حمد وثناء کی مگر پھر بھی زمین لرزتی اور جھومتی رہی۔ آپ نے اسے اپنا کوڑا مارا اور فرمایا تھم جا! کیا میں تیری سطح پر عدل نہیں کرتا ہوں۔ زمین فوراً تھم گئی۔ امام الحرمین فرماتے ہیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فی الحقیقت ظاہر وباطن میں امیر المومنین اور زمین اور اس کی آبادی میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ تھے اور زمین کو بھی اس سے صادر ہونے والے واقعات پر تادیب وتعزیر فرماتے تھے، جس طرح اس پر آباد انسانوں کی غلطیوں پر انہیں تعزیر سے باز رکھتے۔

☆...... امام رازی علیہ الرحمۃ نے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر میں سورہ کہف کی شرح میں لکھا ہے کہ مدینہ طیبہ میں کسی گھر کو آگ لگ گئی۔ جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چیتھڑے پر لکھا، اے آگ! حکم خداوندی سے تھم جا، لوگوں نے یہ چیتھڑا آگ میں ڈال دیا تو آگ فوراً بجھ گئی۔

☆...... ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور میں نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقیع کے قبرستان سے گذرے اور کہا "اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ یَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ" ہمارے پاس یہ خبریں ہیں کہ تمہاری بیویوں نے نکاح کر لئے ہیں اور تمہارے گھروں میں دوسرے لوگ بس رہے ہیں اور تمہارے مال تقسیم ہو چکے ہیں۔ کسی نے غیب سے آواز دی، اے خطاب کے

بیٹے عمر! ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ جو نیکیاں ہم نے آگے بھیجی تھیں وہ ہم کو مل گئی ہیں، جو ہم نے خرچ کیا تھا اس کا نفع ہم نے اٹھالیا ہے اور جو ہم پیچھے چھوڑ آئے ہیں وہ تو سراسر خسارہ ہی ہے۔

کمالات عثمان غنی رضی اللہ عنہ

☆...... امام سبکی علیہ الرحمۃ وغیرہ علماء بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا، راستے میں اسے ایک عورت نظر آئی تو اس نے عورت کی طرف نظر بھر کر دیکھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا" تم میں سے کچھ لوگ ہمارے پاس اس حالت میں آتے ہیں کہ ان کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے" یہ سن کر ایک شخص بولا، کیا حضور انور ﷺ کے بعد بھی وحی کا سلسلہ قائم ہے، فرمایا: نہیں، بلکہ یہ مومن کی فراست ہے (اور وہ ربانی نور سے دیکھتا ہے) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا اس کی اصلاح کیلئے فرمایا۔

☆...... ابو قلابہ کہتے ہیں کہ ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ شام کے سفر میں تھا کہ ایک شخص کی آواز سنائی دی جو کہہ رہا تھا، یا ویلاہ النار (ہائے خرابی آگ) میں نے دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھ اور ٹخنوں کے اوپر سے پاؤں کٹے ہوئے تھے۔ دونوں آنکھوں سے اندھا ہے۔ اوندھے منہ پڑا ہوا ہے۔ میں نے وجہ پوچھی تو بولا کہ میں بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں گھس گیا تھا۔ (انہیں شہید کرنے کیلئے) ان کے قریب پہنچا تو ان کی زوجہ محترمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے چیخ ماردی۔ میں نے انہیں تھپڑ دے مارا (نعوذ باللہ) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"مَالَکَ قطع اللّٰہ یَدَیْکَ وَرِجْلَیْکَ وَاَعْمٰی عَیْنَیْکَ وَاَدْخلک النَّار"

ترجمہ:" تجھے کیا ہوا، اللہ تیرے دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالے اور تیری آنکھوں کو اندھا کردے اور تجھے آگ میں ڈالے۔"

میں کانپتا ہوا بھاگا اور یہ مصیبت جو تو دیکھ رہا ہے مجھ پر آپڑی ہے۔ اب آگ ہی آگ رہ گئی ہے، میں نے کہا بعداً لک وسحقاً، تجھ پر لعنت وخرابی۔ (ریاض النضرہ)

کمالات شیر خدا رضی اللہ عنہ

☆...... امام تاج الدین سبکی علیہ الرحمۃ طبقات میں فرماتے ہیں کہ جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور ان کے دونوں صاحبزادوں حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آدھی رات کے وقت سنا کہ کوئی بڑے درد کے ساتھ آہ و زاری کر رہا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کر رہا ہے اور درد و غم میں ڈوبے اشعار پڑھ رہا ہے۔ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو طلب کر کے ماجرا پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں عیش وعشرت اور گناہوں میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ والد نے بار بار سمجھایا، ایک دن طیش میں آکر میں نے انہیں زدوکوب کیا۔ انہوں نے مکہ شریف جاکر بارگاہ خداوندی میں استغاثہ کیا۔ ابھی ان کے کلمات دعا پورے بھی نہ ہوئے کہ میرا دایاں پہلو خشک ہو گیا۔ مجھے اپنے فعل پر سخت ندامت ہوئی۔ آخر کار ان کی منت سماجت کر کے انکو راضی کیا تو انہوں نے دعا کرنے کا وعدہ کیا۔ میں نے ان کو اونٹنی پیش کی جو بدکی اور ان کو گرا کر مار دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر تمہارے والد رضی ہو گئے تھے تو پھر اللہ بھی راضی ہو گیا تھا۔ عرض کی، خدا کی قسم وہ راضی تھے۔ جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھ کر چند رکعتیں ادا کیں اور اس کیلئے دعا کی۔ پھر آپ نے اسے حکم دیا کہ اٹھ کر کھڑا ہو جا، چنانچہ وہ شخص اٹھ کر ایک تنومند آدمی کی طرح چلنے لگا۔

☆...... آپ بابل کی طرف جا رہے تھے۔ دریائے فرات عبور کرتے ہوئے سورج غروب ہو گیا، نماز عصر قضا ہو گئی۔ جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کی بارگاہ میں سورج پلٹ آنے کی دعا کی۔ دعا قبول ہوئی۔ آفتاب نکل آیا، نماز عصر ادا کی پھر سورج غروب ہو گیا اور اس سے ہولناک آوازیں آنے لگیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا کمال

☆...... امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ طبقات میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں قحط پڑا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر نکلے اور ان کے وسیلے سے بارش کی دعا کرنے لگے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ غم واندوہ میں ڈوبے ہوئے تھے، آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور کہہ رہے تھے:

"اے اللہ تو ہی نگہبان ہے، شکستہ دلوں کو دار ہلاکت میں نہ رہنے دے، بچے پریشان ہیں، بڑی مصیبت میں مبتلا ہیں اور اس آفت کی فریاد ہر زبان پر ہے، مولیٰ تو دلوں کے بھید اور پوشیدہ باتیں جاننے والا ہے، اے اللہ! اپنی خاص مدد سے ان پریشان حالوں کی مدد فرما، یہ لوگ میرے وسیلے سے تیرا تقرب حاصل کر رہے ہیں کیوں کہ تیرے نبی سے میرا تعلق ہے۔"

اس عاجزانہ دعا کے فوراً بعد بادلوں کے آوارہ ٹکڑے آئے، پھر بادل ملے، ہوائیں چلیں اور گرج چمک کے ساتھ موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ پانی دیکھتے ہی دیکھتے گھٹنوں تک آ گیا۔ لوگ آپ کا دامن پکڑ کر کہنے لگے، اے ساقی حرمین! آپ کو مبارک ہو کہ اللہ نے آپکے وسیلے سے میدانوں کو سبزہ زار اور شہروں کو شاداب کر دیا اور اپنے بندوں پہ بے پایاں کرم فرمایا۔

(ابن الاثیر اسد الغابہ میں بھی اس کو لکھتے ہیں)

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا کمال

☆...... عن ابی المنکدر ان سفینۃ مولیٰ رسول اللہ ﷺ اخطا الجیش بارض الروم .... حتی بلغ الجیش ثم رجع

الاسد۔ (رواہ البغوی فی شرح السنہ فی کتاب الفضائل۔ المستدرک)

ترجمہ: حضرت ابی منکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روم کی زمین میں لشکر سے بچھڑ گئے۔ وہ بھاگتے ہوئے چلے، لشکر کی تلاش کر رہے تھے کہ اچانک دیکھا تو ایک شیر سامنے تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: اے ابو الحارث، میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں، میرے ساتھ ایسا واقعہ ہوا ہے تو شیر دم ہلاتا ہوا چلا آیا حتیٰ کہ ان کے برابر کھڑا ہو گیا، جب کوئی آواز سنتا تو ادھر چلا جاتا اور پھر آپ کے برابر چلنے لگتا، یہاں تک کہ یہ لشکر تک پہنچ گئے، پھر شیر لوٹ گیا۔

کمالات سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

☆...... ابن عساکر بروایت مصعب بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوران خطبہ اہل کوفہ سے اپنی حکمرانی کے متعلق پوچھا تو ایک شخص نے کہا! آپ نے لوگوں میں عدل وانصاف سے کام نہ لیا، مساویانہ تقسیم نہ کی اور نہ ہی میدان میں جا کر جہاد کیا، یہ سن کر آپ نے دعا کی: ''اے اللہ! اگر یہ شخص اپنی بات میں جھوٹا ہے تو اسے بصارت سے محروم کر دے، اسے جلد محتاجی میں مبتلا کر اور اسے فتنوں کا نشانہ بنا'' پھر وہ شخص تب تک نہ مرا جب تک اندھا اور محتاج نہ ہوا، وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتا اور بالآخر مختار کذاب کے فتنے میں ہلاک ہو گیا۔

☆...... حاکم بطریق قیس روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں گستاخانہ باتیں کہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی، اے اللہ! یہ تیرے ولی کو برا کہتا ہے۔ اسے مجلس کے برخاست ہونے سے پہلے اپنی قدرت کا مشاہدہ کرا دے، خدا کی قسم وہ لوگ ابھی اٹھ کر نہ گئے کہ اس کی سواری زمین میں دھنس گئی اور اسے سر کے بل پتھر پر گرا دیا، جس سے اس کا بھیجا نکل گیا اور وہ فوت ہو گیا۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا کمال

☆...... ابو یعلیٰ، بیہقی اور ابو نعیم ابو السفر سے روایت کرتے ہیں کہ آپ حیرہ میں اترے تو لوگوں نے عرض کیا، آپ زہر سے بچ کر رہیں، یہ عجمی لوگ کہیں آپ کو زہر نہ پلا دیں۔ فرمایا! زہر میرے پاس لاؤ، پھر زہر کی شیشی ہاتھ میں تھام کر بسم اللہ پڑھی اور اسے حلق سے نیچے اتار لیا۔ مگر اس سے کوئی ضرر نہ پہنچا۔ (یہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کی بات ہے اور اس روایت کو کلبی نے بھی لکھا ہے)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کمال

☆...... امام بیہقی بروایت واقدی لکھتے ہیں، فاطمہ خزاعیہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اقدس کی زیارت کی اور عرض کیا، اے رسول اللہ ﷺ کے عم محترم! آپ پر سلام ہو، تو مزار پر انوار سے آواز آئی، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا کمال

☆...... حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ریحاء کی مسجد میں دوپہر کے وقت سوئے ہوئے تھے کہ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ آپ کی طرف ایک شیر آ رہا ہے، آپ نے ہتھیار اٹھایا، شیر بولا ٹھہریئے! میں ایک پیغام لایا ہوں (گویا یہ شیر کی شکل میں فرشتہ تھا) آپ نے سوال کیا کہ تجھے کس نے بھیجا ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ نے۔ آپ معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یہ پیغام پہنچا دیں کہ وہ جنتی ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ کون سے معاویہ؟ اس نے کہا کہ ابن ابی سفیان۔ اس حدیث کو امام طبرانی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔ (تطہیر الجنان)

اختیارات مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی چند جھلکیاں

☆...... نبی پاک ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے کئے۔ (بخاری شریف جلد دوم)

☆...... آپ ﷺ نے ڈوبے ہوئے سورج کو پلٹایا۔ (طبرانی شریف)

☆...... آپ ﷺ نے ایک شخص کو صرف دو نمازیں پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی۔ (مسند احمد)

☆...... حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک گواہی کو دو کے برابر قرار دیا۔

☆...... آپ ﷺ نے سونے اور ریشم کو مردوں کیلئے حرام قرار دیا۔ (بخاری وطحاوی شریف)

☆...... حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ریشم پہننے کی اجازت عنائت فرمائی۔ (نسائی شریف)

☆...... مکہ شریف میں اذخر گھاس کے کاٹنے کی خصوصی اجازت عطا فرمائی (بخاری کتاب العلم)

☆...... مدینہ کو حرم آپ ﷺ نے قرار دیا۔ (مسلم فی کتاب الحج)

☆...... درخت آپ ﷺ کے حکم پر چلتے تھے۔ (مسلم فی کتاب الزہد)

☆...... حیوانات آپ ﷺ کی تابعداری کرتے تھے۔ (بخاری کتاب الجہاد)

☆...... پہاڑوں پر آپ ﷺ کی بادشاہی تھی۔ (بخاری کتاب المنافقت)

☆...... ایک کاتب وحی مرتد ہو گیا تو مرنے کے بعد زمین نے اسے قبول نہ کیا، یعنی زمین بھی اشارہ مصطفیٰ ﷺ کی منتظر تھی۔ (مسند احمد)

☆...... آپ ﷺ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں۔ (بخاری شریف)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حافظہ عطا فرمایا۔ (بخاری کتاب العلم)

☆...... فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ یقیناً سونے کے پہاڑ چلیں۔ (رواہ البغوی فی شرح السنہ فی کتاب الفضائل)

☆...... جنات پر آپ ﷺ کی حکومت تھی۔ (المستدرک للحاکم، کتاب التاریخ)

سگ بارگاہِ حضور جلوہ نقش لاثانی

سعید عامر حسینی

حضرت مولانا روم قدس سرہ

یہ ہے حضرت مولائے روم کی داستان حیات جن کی شان میں ''الدعوۃ'' نے سخت گستاخیاں کی ہیں
آئندہ ان کی مثنوی کی خوبیاں بھی بیان کی جائیں گی اور گستاخوں کا تعاقب کیا جائے گا۔ادارہ

حضرت مولانا محبت علی قادری کے قلم سے

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا بیان

اس میں مصنف مثنوی معنوی مولانا عارف باللہ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے متعلق مختصراً بیان کیا جائے گا۔نام ونسب مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد اور لقب جلال الدین ہے۔آپ کے باپ کا نام بھی محمد لقب ان کا بہاؤالدین نسباً مولانا روم حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔مولانا کا دادا حسین بلخی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بلند پایہ صوفی اور صاحب حال تھے۔سلاطین وقت ان کی بڑی عزت وتعظیم کرتے تھے۔محمد خوارزم شاہ جو کہ خراسان سے لے کر عراق تک تمام ممالک کا بڑا بااقتدار بادشاہ تھا اس نے اپنی بیٹی کی ان سے شادی کر رکھی تھی۔مولانا کے والد ماجد بہاؤالدین محمد رحمۃ اللہ علیہ اسی کے بطن سے پیدا ہوئے۔جو اپنے وقت کے صوفی عالی مقام اور مرجع انام تھے اس اعتبار سے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سلطان مذکور کے نواسے ہوئے۔

تاریخ ولادت و جائے ولادت

مولانا رحمۃ اللہ علیہ ۶۰۴ھ میں بمقام بلخ میں پیدا ہوئے۔
آبائی وطن بلخ ہی تھا۔مگر ان کے والد بہاؤالدین محمد کی طرف رجوع عام کی بڑھتی ہوئی رو کو حکومت وقت نے اشتباہ کی نظر میں دیکھا تو انہوں نے وہاں رہنا خلاف مصلحت سمجھا لہذا آپ مریدین خاص میں سے تین سو بزرگوں سمیت بعزم ہجرت روانہ ہوئے۔راستہ میں جہاں سے گزر ہوتا تمام رؤساء،امراء آپ کی زیارت کو آتے۔۶۱۰ھ میں نیشاپور پہنچے تو خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملنے کو آئے۔اس وقت مولانا کی عمر چھ سال کی تھی لیکن سعادت کا ستارہ پیشانی سے چمک رہا تھا۔خواجہ صاحب نے مولانا کے والد ماجد شیخ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ سے کہا اس جوہر قابل سے غافل نہ ہونا۔
جب شیخ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ نیشاپور سے بغداد پہنچے اور برسوں قیام رکھ کر حجاز اور حجاز سے شام ہوتے ہوئے زنجان آئے اور زنجان کئی دوسرے شہروں سے ہوتے ہوئے قونیہ میں جا قیام کیا۔

مولانا کی تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے ہی حاصل کی مگر ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور ۱۸ ربیع الاول ۶۲۸ھ بروز جمعہ داغ مفارقت دے کر خالق حقیقی کو جا ملے۔مولانا کو اپنے مریدوں میں سے سید برہان الدین محقق جو کہ بڑے پایہ کے فاضل تھے ان کی آغوش تربیت میں دے دیا۔مولانا نے اکثر علوم وفنون انہی سے حاصل کیے۔پھر والد کی وفات سے دوسرے سال ۲۵ سال کی عمر میں تکمیل علم کی غرض سے شام کا قصد کیا اور حلب نے مدرسہ جلاویہ کی دارالاقامتہ میں قیام کیا۔طالب علمی ہی کے زمانہ میں عربیت فقہ،حدیث،تفسیر اور معقول میں یہ کمال حاصل کیا کہ جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا اور کسی سے حل نہ ہوتا تو لوگ مولانا کی طرف رجوع کرتے۔

مدت مدید کے بعد سید برہان الدین قونیہ آئے تو شاگرد واستاد کی ملاقات ہوئی۔دونوں نے ایک دوسرے کو گلے لگایا اور دیر تک دونوں پر بے خودی کی کیفیت طاری رہی۔افاقہ کے بعد سید نے مولانا کا امتحان لیا۔جب تمام علوم وفنون میں کامل پایا تو کہا صرف علم باطنی ہی رہ گیا ہے اور یہ تمہارے والد کی امانت ہے جو میں تجھے دیتا ہوں۔اب تک مولانا پر ایک ظاہری علوم ہی کا رنگ غالب تھا علوم دینیہ کا درس دیتے تھے وعظ کہتے تھے فتوے لکھتے تھے۔سماع سے اس وقت سخت احتراز تھا۔ان کی زندگی کا دوسرا دور درحقیقت حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات سے شروع ہوتا ہے۔

حضرت شمس الدین تبریز رحمۃ اللہ علیہ بہت بلند پایہ بزرگ و اھل اللہ میں سے تھے۔آپ کے والد محترم کا نام بہاؤالدین تھا۔آپ نے تبریز میں ہی علوم دینیہ کی تکمیل کی پھر ایک بلند پایہ بزرگ حضرت بابا کمال

الدین ملدی کے مرید ہوئے۔ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سوداگروں کی وضع میں سیاحت کرتے اور کارواں سراؤں میں مراقبات کرتے۔ ایک دفعہ دعا مانگی الٰہی کوئی ایسا بندہ خاص ملے جو میری صحبت کا متحمل ہو۔ تب عالم غیب سے ارشاد ہوا کہ روم (ایشیائے کوچک) جاؤ۔ اسی وقت آپ سفر کو چل کھڑے ہوئے۔ قونیہ پہنچ کر برنج فروشوں کی سرائے میں اترے ادھر مولانا روم کو آپ کی آمد کا حال معلوم ہوا تو آپ کی ملاقات کو چلے۔ راستہ میں لوگ قدم بوسی کرتے جاتے۔ اسی شان سے سرائے کے دروازے پر پہنچے۔ حضرت شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں دیکھا تو سمجھ لیا کہ یہی وہ شخص ہے جس کی نسبت بشارت ہوئی تھی۔ دونوں بزرگوں کی آنکھیں چار ہوئیں تو دیر تک زبان حال سے باتیں ہوتی رہیں۔

شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ان دونوں واقعوں میں کس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ ایک طرف تو یہ حال تھا کہ عمر بھر اس خیال سے خربوزہ نہ کھایا کہ معلوم نہیں رسول اللہ ﷺ نے اسے کس طرح کھایا ہے تو دوسری طرف اپنی نسبت یوں کہتے تھے، سبحانی ما اعظم شانی حالانکہ رسول اللہ ﷺ باہمہ جلالت شان فرمایا کرتے تھے، میں دن میں ستر بار استغفار کرتا ہوں۔

مولانا نے جواباً فرمایا کہ بایزید اگرچہ بہت بڑے پایہ کے بزرگ تھے، لیکن مقام ولایت کے ایک خاص درجہ پر وہ ٹھہرے گئے تھے۔ بخلاف اس کے رسول اللہ ﷺ برابر منازل تقرب کے ایک پایہ سے دوسرے پایہ پر چڑھتے جاتے تھے، اس سے جب بلند پایہ پر پہنچتے تو پہلا پایہ اس قدر پست نظر آتا کہ اس سے استغفار کرتے تھے۔

بعد ازیں مولانا روم و شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہما دونوں بزرگ کئی ماہ تک چلہ کش رہے۔ اس مدت میں آب و غذا متروک رہے اور اس زمانہ میں مولانا کی طبیعت میں یہ ایک نمایاں تغیر واقع ہوا کہ قبل ازیں سماع سے سخت پرہیز تھا مگر اب بغیر اس کے چین نہیں آتا تھا۔ درس و تدریس وعظ و بیان کے اشغال یک سرے بند ہو گئے، تمام شہر میں شورش مچ گئی کہ ایک بے سروپا دیوانہ مولانا پر ایسا سحر کر دیا کہ وہ کسی کام کے نہیں رہے۔ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کو ڈر ہوا کہ یہ شورش کہیں فساد کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ لہٰذا آپ چپکے سے گھر سے نکل کر دمشق کو چل دیئے۔ ادھر آپ غائب ہو جانے سے مولانا کو ان کے فراق کا ایسا صدمہ ہوا کہ سب لوگوں سے قطع تعلق کر کے عزلت اختیار کر لی تو اس زمانہ میں مولانا نے نہایت ہی رقت آمیز اور پراثر اشعار کہے۔

جن لوگوں نے مولانا کے مرشد شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کو آزردہ کیا تھا ان کو اس فعل پر سخت ندامت ہوئی اور مولانا سے آکر معافی کے ملتجی ہوئے۔ آخر شمس رحمۃ اللہ علیہ کو منا کر لانے کیلئے ایک جماعت تیار ہوئی۔ مولانا کے فرزند رشید سلطان ولد اس کے قافلہ سالار بنے چنانچہ وہ مولانا کا ایک نہایت پر درد منظوم خط لیکر روانہ ہوئے۔ دمشق میں پہنچ کر بڑی مشکل سے شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کا پتہ لگایا اور مولانا کا وہ تحریر شدہ خط ایک ہزار سرخ دینار نذر کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر کہا خزف ریزوں کی ضرورت نہیں۔ مولانا کا پیغام ہی کافی ہے۔ الغرض چند روز بعد اس سفارت کو ساتھ لے کر قونیہ تشریف لائے۔

جب مولانا کو آپ کے آنے کی اطلاع ہوئی تو تمام مریدوں اور عقیدتمندوں کو ساتھ لیکر استقبال کو آئے اور بہت تزک و احتشام سے آپ کو ساتھ لائے۔ مدت تک بڑے شوق ذوق کی صحبتیں رہیں، اب کی مرتبہ پھر حاسدوں نے پہلے کی طرح چرچا شروع کر دیا، جس کا سرغنہ خود مولانا کا ہی ایک بیٹا علاؤالدین چلپی نامی تھا۔ یہاں تک کہ حضرت شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ اس سے سخت رنجیدہ ہوئے اور اب کی بار عزم کر لیا کہ اب جا کر پھر واپس نہ آؤں گا، چنانچہ دفعتہً غائب ہو گئے، ہر طرف تلاش کی گئی مگر پتہ نہ چلا۔

اکثر تذکروں میں یہ لکھا ہے کہ مولانا کے کسی مرید نے حسد کی وجہ سے انہیں قتل کر دیا۔ نفحات الانس میں لکھا ہے کہ مولانا کے ایک بیٹے علاؤالدین چلپی نامی نے یہ حرکت کی تھی۔ مذکورہ کتاب میں مولانا کی تاریخ شہادت ۶۴۰ھ لکھی ہے۔

شمس الدین کی مولانا سے ملاقات اور ایک کرامت کا ذکر

انوار اصفیا میں جواہر صفیہ کے حوالہ سے شمس الدین تبریزی اور مولانا روم رحمۃ اللہ علیہما کی ملاقات کا واقعہ یوں بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن مولانا گھر میں تشریف رکھتے تھے اور تلامذہ آپ کے آس پاس بیٹھے تھے۔ چاروں طرف کتابوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا، اتفاقاً شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ بھی کسی طرف سے آنکلے اور سلام کہہ کر بیٹھ گئے۔ مولانا کی طرف مخاطب ہو کر کتابوں کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ مولانا نے کہا یہ وہ چیز جسے تم نہیں جانتے، یہ کہنا ہی تھا دفعتہً تمام کتابوں میں آگ لگ گئی، مولانا نے اسے کہا یہ کیا ہے، حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سے کہا یہ وہ چیز ہے جسے تم نہیں جانتے، یہ کہہ کر آپ چل دیئے۔

مولانا کا اس واقعہ کے بعد یہ حال ہوا کہ گھر بار و اولاد سب چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے اور ملک بہ ملک خاک چھانتے پھرے لیکن شمس الدین کا کہیں پتہ نہ ملا۔ کہتے ہیں کہ مولانا کے مریدوں میں سے کسی نے انہیں قتل کر دیا۔

مولانا روم کی عادات وعبادات

مولانا عبادت ومجاہدہ میں یکتا تھے، بچھونا اور تکیہ بالکل استعمال نہیں کرتے تھے، قصداً لیٹتے نہ تھے، جب نیند غالب ہو جاتی تو بیٹھے بیٹھے سو جاتے۔ جب نماز کا وقت آتا تو فوراً قبلہ کی طرف رخ کر لیتے اور چہرہ کا رنگ جاتا، نماز میں نہایت استغراقی کیفیت ہوتی۔ بار ہا ایسا ہوا کہ اول عشا کے وقت نیت باندھی اور دو رکعتوں میں ہی صبح ہوگئی۔

ایک دفعہ یوں ہوا کہ جاڑوں کے دن تھے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ نماز میں اس قدر روئے کہ چہرہ اور داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی لیکن وہ اسی طرح نماز میں مشغول رہے۔ مزاج میں انتہائی درجہ کا زہد وقناعت تھی۔ سلاطین وامراء آپ کے پاس نقدی وہر قسم تحائف بھیجتے تھے لیکن مولانا اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے۔

آپ کی فیاضی وایثار کا یہ عالم تھا کہ کوئی سائل سوال کرتا تو عبا یا کرتے۔ کچھ بھی بدن پر ہوتا اتار کر اسے دے دیتے۔ آپ رسول اللہ ﷺ واصحابہ کی اس سنت پر کہ الفقر فخری پوری طرح عمل پیرا تھے۔ نفحات الانس میں ہے۔ کہ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ گفتہ است کہ مرا این سخن از وی خوش آمدست وخدمت مولوی ہموارہ از خادم سوال کردے کہ در خانہ ما امروز چیزی ہست اگر گفتے ہیچ نیست منبسط گشتے وشکر ہا کردے کہ للہ الحمد خانہ ما امروز بخانہ پیغمبر ماند ﷺ واگر گفتے مالا بد مطبخ مہیاست منفعل گشتے وگفتے از ینخانہ بوے فرعون می آید۔

شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات بہت اچھی معلوم ہوئی کہ مولوی صاحب اپنے خادم سے ہمیشہ پوچھا کرتے آج ہمارے گھر میں کچھ ہے۔؟ اگر کہتا کچھ بھی نہیں تو خوش ہوتے اور شکر بجالاتے کہ الحمد اللہ آج ہمارا گھر پیغمبر خدا حضرت محمد ﷺ کے مشابہ ہے اور اگر کہتا کہ آج باورچی خانہ کی ضرورت کے موافق ہے تو شرمندہ ہوتے اور فرماتے اس گھر سے فرعون کی بو آتی ہے۔

یہ تمام پریشانی دنیا سے محبت کی وجہ سے ہے!

......(مولانا روم)

اسی مذکورہ کتاب میں ہی مولانا کے متعلق ایک واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے۔ یکے از اصحاب را غمناک دید فرمود کہ ہمہ دلتنگی از دل نہاد کے بریں عالم ست مردمیکہ آزادہ باشی از ینجہاں وخود را غرائب دانی ودر ہر رنگ کہ بنگری وہر مزہ کہ بچشی دانی کہ باآں نمانی وجائے دیگر روی کہ ہیچ دلتنگ نباشی. وفرمودہ است کہ آزاد مرد آنست کہ از رنجانیدان کسے رنجد و جو انمرد آں باشد کہ مستحق رنجانیدن را نر نجاند.

دوستوں میں سے ایک کو پریشان دیکھ کر فرمایا کہ یہ سب پریشانی اس جہاں سے محبت کی وجہ سے ہے۔ مردی ہے کہ اس جہاں سے آزاد رہے اور اپنے آپ کو مسافر سمجھے اور ہر رنگ میں کہ دیکھے اور ہر مزہ کہ چکھے۔ جان لے کہ اس کے ساتھ نہ رہے گا۔ پھر دوبارہ کبھی دل تنگ نہ ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ آزاد مردوہ ہے کہ کسی کی تکلیف دینے سے رنجیدہ ہو اور جواں مردوہ ہے کہ تکلیف دینے کے مستحق کو تکلیف نہ دے۔

مولانا روم نے ایک سوال کا جواب بغیر پوچھے بتا دیا۔

اسی نفحات الانس میں ہی مولانا کا ایک واقعہ یوں ہے کہ ایک بار مولانا علیہ رحمۃ سماع میں تھے ایک درویش کے دل میں یہ گزرا کہ آپ سے سوال کرے کہ فقر کیا چیز ہے۔ مولانا نے حالت سماع میں ہی یہ رباعی پڑھی۔

رباعی الجوهر فقر و سوا افقر عرض .الفقر شفاء و سوالفقر مرض .العالم كله خداع و غرور و الفقر من العالم سر و غرض .

فقر جوہر ہے اور سوائے فقر سب عرض ہے فقر شفاء ہے اور سوائے فقر سب مرض ہے جہاں سب دھوکا وفریب ہے۔

اور فقر جہاں کا بھید اور مقصد ہے اسی میں ہی ہے کہ......

ازوے پر سیدند کہ درویش کی گنہ کند گفت مگر طعام بے اشتہا بخورد کہ طعام بے اشتہا خوردن درویش راگناہے بزرگست.

آپ سے پوچھا گیا کہ درویش گناہ کرتا ہے؟ فرمایا نہیں لیکن اس وقت کہ بے بھوک کھانا کھائے۔ کیونکہ بغیر بھوک کھانا کھانا درویش کے لئے بڑا گناہ ہے۔

مولانا کی رحمدلی!

ایک دفعہ معین الدین پروانہ کے گھر میں سماع کی مجلس تھی کرا خاتون نے شیرینی کے دو طبق بھیجے۔ لوگ سماع میں مشغول تھے اتفاق سے ایک کتے نے آکر طبق میں منہ ڈال دیا۔ لوگوں نے کتے کو مارنا چاہا مولانا نے فرمایا کہ اس کو بھوک تم سے زیادہ تیز تھی اس نے کھایا تو اسی کا حق تھا۔

(انوار اصفیا صفحہ ۲۸۲)

اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ایک واقعہ یوں ہے کہ ایک دفعہ مولانا کی زوجہ کرا خاتون نے اپنی لونڈی کو سزا دی۔ اتفاق سے مولانا بھی اسی وقت آگئے سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اگر وہ آقا ہوتی اور تم اس کی لونڈی تو تمہاری کیا حالت ہوتی۔ پھر فرمایا درحقیقت تمام لوگ ہمارے بھائی بہنیں ہیں کوئی شخص خدا کے سوا کسی کا غلام نہیں۔ کرا خاتون نے اسی وقت اس کو آزاد کر دیا اور جب تک زندہ رہیں غلاموں اور کنیزوں کو اپنے جیسا کھلاتی اور پہناتی رہیں۔

اسی مذکورہ کتاب کے صفحہ ۲۸۲ تا ۲۸۳، ایک اور واقعہ مولانا کے متعلق یوں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ مریدوں کے ساتھ جا رہے تھے ایک تنگ گلی میں ایک کتا سرِ راہ سو رہا تھا۔ جس سے راستہ رک گیا تھا۔ مولانا وہیں رک گئے اور دیر تک کھڑے رہے۔ ادھر سے ایک شخص آ رہا تھا اس نے کتے کو ہٹا دیا۔ مولانا نہایت ہی آزردہ ہوئے اور فرمایا ناحق اس کو تکلیف دی۔

مولانا کا علمی مقام

ایک دفعہ قلعہ کی مسجد میں جمعہ کے دن وعظ کی مجلس تھی تمام امراء و صوفیاء حاضر تھے۔ مولانا نے قرآن مجید کے دقائق و نکات بیان کرنا شروع کیے۔ ہر طرف بے اختیار واہ واہ اور سبحان اللہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اس زمانے میں وعظ کا یہ طریقہ تھا کہ قاری قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھتا تھا اور واعظ ان ہی آیات کی تفسیر بیان کرتا تھا۔

مجمع میں ایک فقیہ صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔ ان کو حسد پیدا ہوا۔ بولے کہ آیتیں پہلے مقرر کر لی جاتی ہیں ان کے متعلق بیان کرنا کون سے بڑی بات ہے۔ مولانا نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آپ کوئی سی سورت پڑھیے میں اس کی تفسیر بیان کرتا ہوں۔ انہوں نے والضحیٰ پڑھی۔ مولانا نے اس کے دقائق و لطائف بیان کرنا شروع کیے تو صرف والضحیٰ کی آیت کے متعلق اس طرح شرح و بسط بیان کیا کہ شام ہو گئی۔ تمام مجلس پر ایک وجد کی کیفیت طاری تھی۔

فقیہ صاحب ایسے سرشار ہوئے کہ کپڑے پھاڑ دیئے اور مولانا کے قدموں پر گر پڑے اس مجلس کے بعد مولانا نے پھر وعظ نہیں کیا۔ فرمایا کرتے تھے۔ جس قدر میری شہرت بڑھتی جاتی ہے۔ میں بلا میں مبتلا ہوتا جاتا ہوں لیکن کیا کروں کچھ تدبیر بن نہیں پڑتی۔

مولانا روم کی مرض وصال میں وصیت

مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نفحات الانس میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی کیفیت یوں بیان کی ہے جس کا ترجمہ یہاں لکھا جائے گا۔

مولانا نے آخری مرض میں اپنے اصحاب سے کہا کہ میرے فوت ہونے سے غمناک نہ ہونا کہ منصور رحمۃ اللہ علیہ کی روح نے ڈیڑھ سو سال کے بعد شیخ فرید الدین عطار کی روح پر تجلی کی اور اس کی مرشد بنی۔ جس حالت میں رہو میرے ساتھ رہنا اور مجھے یاد کرنا تاکہ میں تمہارا مددگار و معاون بنوں۔ خواہ کسی لباس میں ہوں۔ اور فرمایا کہ جہان میں ہمارے دو تعلق ہیں ایک تو بدن کے ساتھ اور تمہارے ساتھ اور جب یہ حق سبحانہ کی مہربانی سے فرد اور مجرد ہوتا ہوں اور تجرید و فرید کا عالم نظر آتا ہے وہ تعلق بھی تمہاری ملک ہو جائے گا۔

شیخ صدرالدین قدس سرہ آپ کی عیادت کو آئے تو فرمایا شفاک اللہ عاجلہ، یعنی خدا آپ کو جلد شفا دے اور کہا کہ آپ کے درجات بلند ہوں۔ امید ہے کہ صحت ہو گی۔ مولانا جہان کی جان ہیں۔

مولانا نے فرمایا کہ اس کے بعد شفاک اللہ تمہارے لیے ہو۔ بیشک عاشق و معشوق کے درمیان شعر سے بڑھ کر کوئی پردا نہیں رہا۔ تم نہیں چاہتے کہ نور نور سے مل جائے۔

من شدم عیاں زتن او از خیال
می خرامم در نہایات الوصال

شیخ اصحاب کے ساتھ مل کر رونے لگے اور حضرت مولانا نے یہ غزل کہی۔

چہ دانی تو کہ در باطن
چہ شاہ ہم نشیں دارم

مولانا نے اصحاب کی وصیت میں ایسا فرمایا۔

او صیکم بتقوی الله فی السر و العلانیة و بقلة الطعام و قلة المنام و قلة الكلام و هجران المعاصی و الآثام و مواظب الصيام و دوام القيام و ترک الشهوات علی الدوام و احتمال الجفاء من جميع الانام و مجالسة السفهآء و العوام و مصاحبة الصالحين و الاكرام و ان خير الناس من ينفع الناس و خير الكلام ما قل و دل و الحمد الله و حده٥

وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے باطن و ظاہر میں ڈرتے رہو اور تھوڑا کھایا اور تھوڑا سویا کرو اور باتیں کم کیا کرو اور گناہوں کو کرنا چھوڑ دو اور ہمیشہ روزے رکھا کرو اور ہمیشہ قیام کرو اور شہوات کو، ہمیشہ کے لیے چھوڑ دو۔ اور سب لوگوں سے جفاء برداشت کرتے رہو اور بے عقلوں اور عامی لوگوں کے ساتھ بیٹھنا ترک کرو اور نیک لوگوں اور بزرگوں کی صحبت اختیار کرو اور بلاشبہ لوگوں میں سے بہتر وہی ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور بہتر کلام وہ ہے جو مختصر اور بامعنی ہو اور اللہ اکیلے کی عبادت ہو۔

سوال کیا گیا کہ مولانا صاحب کی خلافت کے لیے کون شخص مناسب ہے فرمایا چلپی حسام الدین۔ تین دفعہ سوال ہوا اور یہی جواب دیا۔ چوتھی بار لوگوں نے کہا کہ سلطان ولد کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ پہلوان ہے اس کے لیے وصیت کی حاجت نہیں۔

چلپی حسام الدین نے پوچھا کہ آپ کی نماز کون پڑھے گا فرمایا شیخ صدرالدین اور فرمایا، یار تو مجھے ادھر کھینچتے ہیں اور مولانا شمس الدین اس طرف بلاتے ہیں۔

یا قومنا اجیبوا داعی الله.

یعنی اے ہماری قوم اللہ کے منادی کی بات مانو۔ مولانا جلال الدین محمد رومی رحمۃ اللہ علیہ ۵ جمادی الآخر ۶۷۲ھ کو فوت ہوئے۔

اسی مذکورہ کتاب میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ شیخ مؤید الدین جندی

سے سوال کیا گیا کہ شیخ صدر الدین مولانا کی شان میں کیا کہتے تھے۔ کہا واللہ ایک دن شیخ اپنے خاص یاروں جیسے شمس الدین ایکی فخر الدین عراقی شرف الدین موصلی شیخ سعید فرغانی وغیرہ ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں مولانا کی عادت طبیعت کی نسبت باتیں ہونے لگیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا اگر بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ اس زمانہ میں ہوتے تو اس مرد مردانہ کے حاشیہ بردار ہوتے اور اس کو بڑا احسان سمجھتے۔ فقر محمدی ﷺ کا سالار وہ ہے ہم اس کے طفیل سے مزے لے رہے ہیں تمام مریدوں نے اس کا انصاف کیا اور شاباش کہا۔

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کی کرامتیں

مندرجہ ذیل کرامت اول و دوم کو امام العشاق رسول اللہ ﷺ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ نے نفحات الانس صفحہ ۳۱۹ پر بیان کیا ہے۔

اول میگویند کہ برخدمت مولانا از پنجسالگی باز صور روحانی و اشکال غیبی سفرہ ملئکہ و بررہ جن و خواص انس کہ مستوران قباب عزت اند ظاہر میشدند و متمثل میگشتہ اند۔

ترجمہ: ۔کہتے ہیں کہ مولانا پر پانچ سال کی عمر میں روحانی صورتوں اور غیبی شکلوں میں ملائکہ لکھنے والے نیکوکار جنات و خواص انسان جو حضرات قباب میں پوشیدہ ہوتے ہیں ظاہر ہوا کرتے تھے اور ان کے ہم شکل بن جایا کرتے تھے۔

دوم)...... مولانا بہاؤ الدین نوشتہ یافتہ اند کہ جلال الدین محمد در شہر بلخ شش سالہ بود کہ روز آدینہ باچند کودک دیگر بربامہائے خانہائے ما سیر میکرد یکے از کودکان بادیگرے گفتہ بیا تا ازین بام بآں بام جہیم جلال الدین محمد گفتہ ایں نوع حرکت از سگ و گربہ جانوراں دیگرے مے آید حیف باشد کہ آدمی باینہاں مشغول شود اگر در جان شما قوتے باہست بیائید تا سوی آسمان پریم دوران حالت از نظر کودکان غائب شدہ کودکان گریہ نمودہ فریاد برآوردند بعد از لحظہ رنگ وی متغیر شدہ و دیگرگون گردیدہ و چشمش متغیر گشتہ باز آمد گفت آں ساعت کہ باشما سخن میگفتم دیدم کہ جماعتے از سبز قبایان مرا از میان شما برگرفتند و بگرد آسمانہا گردانیدند و عجائب ملکوت رابمن نمودند و چون آوَ فریاد و فغاں شما برآمد باز بایں جایگاہ فرود آوردند۔

ترجمہ)...... مولانا بہاؤ الدین کی تحریر میں یہ لکھا ہوا پایا گیا کہ جلال الدین محمد شہر بلخ میں چھ سال کے تھے۔ جمعہ کے دن چند اور لڑکوں کے ساتھ ہمارے گھروں کے کوٹھوں پر سیر کر رہے تھے۔ ایک بچے نے دوسرے بچے سے کہا کہ اس مکان کی چھت سے اس مکان پر کود جاتے ہیں۔ جلال الدین نے کہا کہ اس قسم کی حرکت تو بلی اور جانوروں میں ہوتی ہے افسوس کہ آدمی ایسی حرکتوں میں مشغول ہو جائے۔ اگر تمہاری جان میں قوت ہے تو آؤ آسمان پر اڑیں۔ اسی وقت بچوں کی نظر سے غائب ہو گئے۔ بچے گڑگڑا کر فریاد کرنے لگ گئے۔ ایک لحظہ کے بعد ان کا رنگ اڑا ہوا اور آنکھیں تر ہوئی واپس آئے اور کہا جب میں تم سے باتیں کر رہا تھا میں نے دیکھا کہ میری جماعت سبز لباس پہنے ہوئے آ کر مجھے تمہارے درمیان سے اٹھا کر لے گئی اور آسمانوں کے گرد اگرد گھما کر عالم بالا کے عجائب مجھ کو دکھائے لیکن جب تمہاری فریاد کی آواز سنی تو اسی جگہ اتار لائے۔

سوم)...... انوار اصفیا ص ۲۷۷ پر بیان ہوا ہے کہ مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ میں ہلاکو خاں کے سپہ سالار بیچوخاں نے قونیہ پر حملہ کیا اور فوجیں شہر کے چاروں طرف پھیلا دیں۔ اہل شہر محاصرہ سے تنگ آ کر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ایک ٹیلے پر جو بیچوخاں کے خیمہ کے سامنے تھا جا کر مصلا بچھایا اور نماز پڑھنا شروع کر دی۔ بیچوخاں کے سپاہیوں نے مولانا کو تاک کر تیر باراں کرنا چاہا لیکن کمانیں کھینچ نہ سکے، آخر گھوڑے بڑھائے کہ تلوار سے قتل کر دیں لیکن گھوڑے اپنی جگہ سے ہل نہ سکے۔ تمام شہر میں غل پڑ گیا، لوگوں نے بیچوخاں سے جا کر یہ واقعہ بیان کیا، اس نے خود خیمہ سے نکل کر کئی تیر چلائے لیکن سب پھٹ کر اِدھر اُدھر ہو گئے۔ جھلا کر گھوڑے سے اترا اور مولانا کی طرف چلا لیکن پاؤں اٹھ نہ سکے، آخر محاصرہ چھوڑ کر چلا گیا۔

تبصرہ)...... یہ حقیقت تو اپنی جگہ اٹل ہے کہ جہاں صالحین کا ذکر ہو وہاں اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے مگر ولی اللہ عارف باللہ مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ کے ذکر کا مقصد وہابیوں کی ان گستاخیوں و بدزبانیوں کا جواب دینا تھا جو انہوں نے عارف کامل سرتاج اولیا امام لا صفیاء حضرت جلال ملت والدین مولانا جلال الدین محمد رومی کی شان جلیلہ میں کیں اور واضح کرنا تھا جن کی یہ محرومین خیر گستاخیاں کر رہے ہیں اور زبان درازیاں کر رہے ہیں وہ تو عظیم مرتبہ و شان کے مالک ہیں۔ کتب کثیرہ میں ان کا ذکر خیر کیا گیا ہے اور کثیر اولیاء و اصفیاء اور علماء ربانی ان کی شان و عظمت کے قائل ہیں۔

..........☆☆..........

مشرف ہیرو.....واجپائی زیرو

یہ بات ہر سچے مسلمان کیلئے از حد خوش کن ہے کہ صدر پاکستان جناب جنرل مشرف صاحب نے بھارت کے وزیر اعظم واجپائی کے ساتھ مذاکرات میں پاکستان کے مؤقف کی خوب ترجمانی کی ہے اور گفتگو کا نوے فیصد کا حصہ ''کشمیر'' پر مرکوز رکھا ہے۔ اس سے پہلے عموماً ایسا نہیں ہوا اور ہمارے کئی وزرائے اعظم بھی مذاکرات میں کشمیر کے ذکر سے پہلو تہی کرتے رہے ہیں۔ ان مذاکرات کے بعد بعض ہندو صحافی بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ.........

''مشرف ہیرو......واجپائی زیرو (ادارہ)

نجدیوں کی عیاشیاں

اور ان کے خود ساختہ شرک کی داستانیں

☆......مرتبہ: کرنل محمد انور مدنی

شاہ سعود کا دورہ بھارت:

1955ء کے آخیر میں شاہ سعود نے بھارت کا دورہ کیا۔

ہندوستان کا اخبار سیاست اس دورہ کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

''شاہ سعود جب ہندوستان میں آئے تو شملہ سے آٹھ میل دور آپ نے ہماچل پردیش کے لوگوں کا پیش کیا ہوا لوک ناچ کا ایک پروگرام دیکھا اور جناب صدر معزز، وزراء خواتین اور راجندر پرشاد کے جواب میں شاہ سعود نے تقریر فرمائی۔ مدرسہ دیوبند کو کئی ہزار روپیہ پیش کیا اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ ہندوستان اور سعودی عرب کے اتحاد اور دوستی کے رشتے ہمیشہ مضبوط رہیں گے۔'' (روزنامہ ''سیاست کانپور'' ۳ دسمبر ۱۹۵۵ء)

بھارت کے شاندار استقبال اور روح پرور تقریبات سے مسرور ہو کر شاہ سعود نے حکومت بھارت کو مسلمانوں کو امن سے رکھنے کی سند عنایت فرما دی۔

روزنامہ کوہستان شاہ سعود کا بیان نقل کرتا ہے۔

میں بھارتی مسلمانوں کے حالات سے مطمئن ہوں۔ ان کے ساتھ منصفانہ برتاؤ ہو رہا ہے۔ (روزنامہ ''کوہستان'' ۲۵ دسمبر ۱۹۵۵ء)

جن دنوں شاہ سعود بھارت کے دورے پر گئے ہوئے تھے ان دنوں مکہ ریڈیو سے شاہ سعود کے دورہ کی کمنٹری نشر ہو رہی تھی۔ بھارت میں شاہ سعود کے اعزاز میں دیئے جانے والے جلسوں اور تقریروں کا خلاصہ بیان ہوتا تھا۔ اس موقع کے ایک خاص قابل ذکر پروگرام کا ذکر روزنامہ ''غریب'' لائل پور سنئے۔

کمنٹری کے پہلے اور بعد اور درمیان میں جو موسیقی پیش کی جاتی ہے، وہ ہندوستانی فلموں کے گیتوں کی موسیقی ہوتی، جس میں خالص ہندوانے مذہبی فلموں کی دھنیں بھی شامل ہوتیں تھیں اور آرتی وغیرہ کے پس منظر میں ساز بھی بجتے تھے۔ (روزنامہ ''غریب'' لائل پور ۱۳ جنوری ۱۹۵۶ء)

سطوت توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی
وہ نمازیں ہند میں نذر برہمن ہو گئیں

پنڈت نہرو کا دورہ سعودی عرب:

شاہ سعود نے بھارت سے روانگی کے وقت ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کو سعودی عرب آنے کی دعوت دی، چنانچہ ستمبر ۱۹۵۶ء کے آخیر میں پنڈت نہرو نے سعودی عربیہ جانے کی تیاری شروع کر دی۔

پنڈت نہرو کے استقبال کیلئے جس تزک و احتشام سے سعودی عرب میں تیاریاں ہو رہی تھیں ان کے بارے میں روزنامہ امروز لکھتا ہے:

''سعودی عرب میں پنڈت نہرو کی مدارت کا ایسا انتظام کیا جا رہا ہے جو الف لیلہ کے جاہ و جلال کی یاد کو تازہ کر دے گی۔ ہر روز طائف کے باغوں سے گلاب کے تازہ پھول طیارہ کے ذریعے ان محلات میں لائے جائیں گے جہاں نہرو قیام کریں گے۔ وزیر اعظم اور ان کی پارٹی کیلئے شاہی نوشہ خانوں میں خاص انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ ہوائی مستقر سے ریاض میں شاہ سعود کے نہایت پر شکوہ محل تک نہرو کو جلوس کی صورت میں لے جایا جائے گا، جس کی پیشوائی محافظ دستہ اور موٹر سائیکلوں پر سوار فوجی کریں گے۔ تمام شاہراہوں کو بھارتی اور سعودی پرچموں سے مزین کیا جائے گا''۔ (روزنامہ ''امروز'' ۲۱ اگست ۱۹۵۶ء)

روزنامہ کوہستان نے پنڈت نہرو کے استقبال کی رپورٹنگ کرتے ہوئے لکھا:۔

"روزنامہ البلاد السعودیہ نے پنڈت جواہر لال نہرو کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اپنے اداریے۔

"بھارتی نہرو کو عرب میں خوش آمدید"

میں لکھا ہے کہ سعودی عرب ایک رہنما کو خوش آمدید کہنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ مسٹر نہرو ایک ایسی شخصیت ہیں جو ہمیشہ پرامن اور دانشمندانہ پالیسی کے قائل رہے ہیں۔

آخر میں اس اخبار نے دعا کی ہے کہ امن کا یہ داعی ہزار برس جئے۔

شاہ سعود کی مؤتمر اسلامی کے سیکرٹری کرنل انور السادات نے بھی سرکاری طور پر روزنامہ "الجمہوریہ" میں پنڈت نہرو کو "ایشیائی فرشتہ" بتایا ہے۔

یہ اخبار لکھتا ہے کہ

" اے ایشیاء کے فرشتہ تم پر سلامتی ہو"

آگے چل کر کرنل سادات لکھتے ہیں:

"مسٹر نہرو کی نرم اور ملائم آواز توپوں کی گرج سے کہیں زیادہ با اثر ہے، کیونکہ یہ سچائی کی علمبردار ہے۔"

پنڈت نہرو کی ریاض میں آمد:

روزنامہ جنگ ۲۸،۲۷ ستمبر ۱۹۵۶ء کی اشاعتوں میں لکھتا ہے:

"سعودی عرب میں نہرو کا "مرحبا نہرو رسول السلام" اور جے ہند کے نعروں سے استقبال کیا گیا۔ سعودی عرب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ نہرو کے استقبال کیلئے نجدی عورتیں بھی موجود تھیں۔ یہ خواتین ٹرکوں اور کیڈلاک کاروں میں بیٹھی ہوئی مسٹر نہرو کو نقابوں سے جھانک جھانک کر دیکھ رہی تھیں۔ ریاض پہنچنے پر شاہ سعود نے نہرو کو گلے لگالیا۔"

سرزمین حجاز پر پہلی مرتبہ بھارتی ترانہ بجایا گیا۔ پنڈت نہرو جب سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض پہنچے تو جن میں شاہ سعود، سعودی شہزادے، وزراء اور سعودی فوج کے اعلیٰ افسر شامل تھے۔ نہرو کا استقبال کیا اور ایک فوجی افسر نے گارڈ آف آنر پیش کیا۔ اس کے بعد نہرو ایک کھلی کار میں شاہ سعود کے محل روانہ ہو گئے۔ راستے میں سڑک پر دونوں طرف کھڑے ہزاروں افراد نے "نہرو زندہ باد" کے نعرے لگائے۔ ۲۴ ستمبر کی رات کو شاہی محل الحمراء میں شاہ سعود نے نہرو کے اعزاز میں شاہی ضیافت دی۔ اس کمرے کو رنگا رنگ روشنیوں سے سجایا گیا تھا۔ جب نہرو کمرے میں داخل ہوا تو شاہ سعود نے آگے بڑھ کر ان کی شیروانی کے کاج میں سرخ رنگ کا ایک گلاب ٹانک دیا۔

سپاسنامہ

دہران میں سعودی عرب کے گورنر نے نہرو کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پیش کیا۔ جس میں کہا گیا کہ پنڈت نہرو اور ان کی حکومت نے اسلام اور مسلمانوں کی دوستی اور ان کے مفادات کے تحفظ کے لئے جو شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ سعودی عرب کے لوگ ان کی قدر کرتے ہیں۔ اور انہیں نہرو پر فخر ہے۔ نیز کہا گیا کہ پنڈت نہرو دنیا کی عظیم ترین شخصیتوں میں شمار ہوتے ہیں۔ بھارتی سفیر نے اس موقع پر کہا اس دورہ سے ظاہر ہے کہ نہرو اور شاہ سعود کو ایک دوسرے سے کتنی عقیدت ہے۔

نجد میں گیتا کے بھجن

بھارتی وزیر اعظم نہرو کو ریاض میں سکول میں لے جایا گیا جس میں سعودی عرب کے شہزادے بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ جب نہرو اس سکول کے ایک کمرہ میں داخل ہوئے تو انہیں یہ دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ طلبہ گرو دیو ٹیگور کی گیت کے بھجن مل کر گا رہے تھے جو اسکول کے نصاب میں شامل ہے۔

سعودیوں کا نہرو پر بھروسہ

جب نہرو ایک اور کمرے میں پہنچے تو طلبہ نے ان کا استقبال عظیم گاندی کے جانشین کا نعرہ لگا کر کیا۔ انہوں نے یہ بھی نعرہ لگایا" کہ عربوں کا غیر متنازعہ دوست، پنڈت نہرو نے یہاں مسٹر گاندھی کا پراپیگنڈہ کیا۔ اس اسکول میں سعود کے بھائی نے نہرو کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا۔

"آپ امن کے ہیرو اور جدوجہد آزادی میں حصہ لینے والے لیڈروں کے قائد ہیں۔ نیز کہا کہ نہرو ایک ایسا مضبوط ہاتھ ہے جس پر عرب بھروسہ کر سکتے ہیں۔ شہزادے نے کہا آپ عرب نہیں لیکن ہمارے بھائی ہیں

جانبین سے محبت کا مظاہرہ

شاہ سعود نے پنڈت جواہر لال نہرو کو نئے ماڈل کی سات نشستوں والی ایک کیڈلاک کار کا تحفہ دیا۔ اس کے علاوہ سونے کی ایک جیسی گھڑی اور دو عرب پوشاکیں بھی دیں، اور نہرو نے شاہ سعود کو راجھستان کا بنا ہوا پیتل کا ایک لیمپ دیا، جس پر قرآن مجید کی ایک آیت کندہ تھی اور عرب شہزادوں کو نہرو نے ایرکنڈیشنڈ، ریڈیو سیٹ اور بھارت کی بنی ہوئی سلائی مشینیں دیں۔

نہرو کے دورہ سعودیہ پر ہندوستان اخبارات کا رد عمل

ہندوستان پر ایک سہ روزہ دیوبندی اخبار مدینہ بجنور نے ۱۵ اکتوبر کے اداریہ کا عنوان لکھا۔

"مرحبا نہرو رسول السلام"

اخبار مذکور اپنی یکم نومبر ۵۶ء کی اشاعت میں لکھتا ہے۔

"وزیر اعظم نہرو کے دورہ سعودی عرب کے مقدس موقع پر جدہ میں مولانا کرم علی نے وزیر اعظم کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا جس کے بعض

اقتباسات یہ ہیں۔

محترم وزیراعظم ہم ایک ایسی سرزمین پر آپ کا استقبال کرتے ہوئے بہت مسرور ہیں۔ جس کی نگرانی ایک ایسی محترم ذات کے ہاتھ میں ہے جو ہمارا مذہبی امام اور خلیفۃ المسلمین ہے۔ ہم آپ کی محبوب ترین شخصیت پر فخر کرنے آئے ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ آپ ہمارے عظیم ترین رہنما کی حیثیت سے ہمیشہ زندہ سلامت رہیں۔ محترم پنڈت جی ہم آج آپ کے احسانات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بڑی خوشی محسوس کرتے ہیں۔

محترم رہنما پنڈت جی!

ہم آپ کے استقبال اور خوش آمدید کہنے کیلئے جو کچھ بھی کر رہے ہیں یا کریں وہ سب آپ کی عظیم ترین شخصیت کو دیکھتے ہوئے کم ہے۔

ذات پر فخر کرتے ہوئے آپ کو برکت وسلامتی کا پیغامبر سمجھتے ہیں ۔ ہم نے فیصلہ وزیراعظم مبارکباد۔ اے عظیم شخصیت کے مالک۔ عرب ہندوستان زندہ باد۔ شاہ سعود زندہ باد۔ جواہر لال نہرو زندہ باد۔

بھارت کے اخبارات کے اداریہ میں خوش آمدید پیغمبر امن کے تحت حسب ذیل جملے بھی موجود ہیں۔

۱)..... پردھان منتری شری جواہر لال نہرو پیغمبر اسلام ﷺ کی دنیا میں پہنچے تو اس کا استقبال پیغمبر امن کے نعروں سے کیا گیا۔

۲)..... اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو اسلام کے معنی امن کے ہیں۔ سلامتی کے ہیں۔ پیغمبر اسلام کے معنی بھی امن وسلامتی کے پیغمبر ہیں۔

۳)..... پیغمبر اسلام ﷺ کے ملک کے باسیوں نے پنڈت جی کے عزت افزائی کیلئے دینی لفظ منتخب کیا جس پر اسے ناز ہے، جس کی وجہ سے دنیائے اسلام میں عرب دیش کی عزت ہے۔

۴)..... پنڈت جی کے اس دورہ کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یہ تو وقت بتائے گا مگر اس سے کفر اور کافر کے فلسفہ میں تبدیلی ہوگئی ہے۔ (روزنامہ ''تیج'' دہلی ۲۷ ستمبر ۱۹۵۶ء)

پاکستانی اخبارات ورسائل کا ردعمل:

سکھر یہاں میونسپل مسافر خانے میں ایک بہت بڑا جلسہ عام منعقد ہوا، جس میں نہرو کو سعودی عرب میں رسول اسلام کہنے پر شدید احتجاج کیا گیا اور لوگوں نے شاہ سعود اور حکومت سعودی عرب کے خلاف نعرے لگائے۔ جلسہ عام آل پارٹیز کانفرنس کے تحت ہوا۔ (روزنامہ ''زمیندار'' ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

روزنامہ ''کوہستان'' لکھتا ہے۔

ہم شاہ سعود سے پوچھتے ہیں کہ کیا پنڈت نہرو کا دورہ ترتیب دیتے ہوئے انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ وہ کس شخص کو اس مقدس سرزمین میں آنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اس شخص کو جس کی قوم اور جس کی حکومت کے ہاتھ مسلمانوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔

جس کے جیب ودامان پر ناموس رسالت کی بے حرمتی کے دھبے ہیں۔ ہم جانتے ہیں سعودی عرب کے آسمان پر اسلام کا آفتاب گہنا چکا ہے اور وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت نہیں ہے، جن کے دور میں سعودی عرب کیا پورے جزیرۃ العرب میں کوئی کافر اور مشرک قدم نہیں رکھ سکتا تھا لیکن ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ آل سعود کی دینی غیرت اتنی بے حس ہو چکی ہے کہ وہ مسلمانوں کے دشمن کو اسلام کے گہوارے میں بلا کر سینے سے لگائیں گے۔ شاہ سعود کو یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ وہ جس سرزمین پر حکومت کرتے ہیں وہ تمام دنیا کے مسلمانوں کیلئے متبرک ہے۔

اس پر مسلمانوں کی ایک بدخواہ حکومت کے وزیراعظم کا اتراتے پھرنا دنیا کے ۴۰ کروڑ مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کے مترادف ہوگا۔ (روزنامہ ''کوہستان'' ۲۴ ستمبر ۱۹۵۶ء)

ایک اور اشاعت میں روزنامہ ''کوہستان'' لکھتا ہے۔

آل سعود نے پہلی مرتبہ خالص سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر ایک بت پرست قوم کے نمائندے کو ریاض بلایا اور اس کے استقبال کیلئے خواتین اور بچوں کو ساتھ لے گئے اور ان سے جنے ہند کے نعرے لگوائے۔ سعودی عرب کا یہ فعل سراسر بدعت ہے۔ جس کی کوئی مسلمان بھی حمایت نہیں کر سکتا۔ عجیب بات یہ ہے کہ جن حکمرانوں نے صحابہ کرام کی پختہ قبریں اور قبے تک اس لئے ڈھا دیئے ہوں کہ وہ ان کی نظر میں اسلام کی تعلیمات کے منافی تھے۔ وہی حکمران آج اپنی سیاسی مصلحتوں کیلئے ایک ایسے شخص کو حجاز میں مدعو کر کے استقبال کرتے ہیں جو بت پرستوں کا نمائندہ ہے اور اسلام کے ہر مکتبہ خیال کے علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ کوئی بت پرست اسلام کے اس گہوارے میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ (روزنامہ ''کوہستان'' ۳۰ ستمبر ۱۹۵۶ء)

روزنامہ ''کوہستان'' ہی لکھتا ہے۔

آج عربوں کے امیر المومنین کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ وہ اسلام کی بنیادی معتقدات سے انحراف کرنے لگا ہے۔ قرآن حکیم کا یہ واضح حکم ہے۔

''انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا''. (۹/۲۸)

ترجمہ: مشرک ناپاک ہیں اور انہیں اس سال کے بعد مکہ معظمہ کے قریب نہ پھٹکنے دینا۔

اور شاہ سعود پنڈت نہرو کو سرزمین مقدس پر سیر سپاٹا کر رہے ہیں۔ اب یہ معلوم نہیں کہ شاہ سعود کے نزدیک پنڈت نہرو مشرک کی تعریف سے بالاتر ہے یا ان کا خیال ہے کہ مشرک کو مکہ معظمہ کے بالکل قریب نہیں آنا

چاہئے۔ اسے کس قدر ردوبدل کر کے گھما پھرا دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ بہر حال قرآن پاک کا یہ مفہوم ایسا ہی ہے جو شاہ سعود پر منکشف ہوا؟

شاہ سعود پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس روایت کو توڑا اور صنم خانے کے ایک پاسبان کو ارض کعبہ پر بلایا اور صرف بلایا ہی نہیں بلکہ خلاف روایات اس انداز سے اس برہمن بچے کا استقبال کیا۔ استقبال کے وقت جو نعرے بلند کئے گئے، ان میں ایک نعرہ دنیا کے اسلامی حلقوں میں خاص طور پر قابل اعتراض سمجھا جا رہا ہے، وہ یہ ہے کہ پنڈت جی کو رسول السلام کہا گیا ہے۔ جس کے معنی پیغمبر اسلام کے ہیں۔ پنڈت نہرو کے حالیہ دورے سے یہ تاثر بھی شدت اختیار کرتا جا رہا ہے کہ سعودی مملکت جو اسلام کے نام پر قائم ہوئی تھی۔ محض نام کی اسلامی حکومت ہے اور اس کا طرز عمل ازمنہ وسطی کے عیسائی کیوکریٹک حکومتی سے قطعاً مختلف نہیں جو مذہب کے نام پر لوگوں کا ناجائز استحصال کرتی تھیں۔ (روزنامہ ''کوہستان'' ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

مشرک کی قبر پر پھول چڑھانا عین اسلام ہے؟

سعودی عرب کے وزیر دفاع فہد بن سعود نے جارج واشنگٹن کی قبر پر پھول چڑھائے۔ (روزنامہ ''کوہستان'' لاہور ۲ فروری ۱۹۵۷ء)

واشنگٹن یکم فروری:

آج صبح شاہ سعود پوٹومک دریا عبور کر کے ارلنگٹن قبرستان گئے اور گمنام سپاہی کی قبر پر پھول چڑھائے۔ (روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور ۲ فروری ۱۹۵۷ء)

شاہ سعود کی حیرت خیز عیاشیاں

شاہ سعود کا دورہ امریکہ:

روزنامہ ''کوہستان'' لکھتا ہے:

امریکہ صنعت موٹر سازی کے مرکز کی ایک اطلاع میں بتایا گیا ہے کہ وہاں سعودی عرب کے حکمران شاہ سعود کیلئے خاص قسم کی ساٹھ کیڈلاک کاریں تیار کی جا رہی ہیں۔ ان کی مجموعی لاگت دس لاکھ ڈالر ہو گی۔

شاہ سعود جب واشنگٹن پہنچے تھے۔ تو صدر آئزن ہاور نے ان کا خیر مقدم کرتے ہوئے انہیں اسلام کے مقدس مقامات کے کسٹوڈین کی حیثیت سے امریکی عوام کے سامنے پیش کیا تھا، اب امریکی عوام بجا طور پر کہتے ہوں گے کہ مسلمانوں کے عیش و عشرت کے جو افسانے تاریخوں میں بیان کئے گئے ہیں وہ صحیح ہیں کیونکہ بیسویں صدی کا ایک ''مسلمان'' حکمران اب بھی اتنا مسرف اور فضول خرچ ہے کہ وہ ہر سال ایک نیا محل تعمیر کرواتا ہے اور ہر سال لاکھوں ڈالر کاروں پر صرف کرتا ہے شاہ کے محلات کی تعداد بیالیس تک پہنچ گئی ہے گراں قدر تحفہ تحائف دینے میں پچھلے بادشاہوں کو بھی پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔

امریکہ کے مشہور میگزین ''ٹائم'' نے امریکی عوام سے شاہ کا جس انداز سے تعارف کرایا ہے اس سے شاہ سعود کی شخصیت کے ساتھ اسلام و قرآن کو بھی مجروح کیا گیا ہے۔ مثلاً ٹائم کہتا ہے کہ سعودی عرب میں غلامی اس لئے جائز ہے کہ اسلام میں اس کو جائز قرار دیتا ہے۔ حرم عورتوں سے اس لئے بھرے ہوئے ہیں کہ اسلام میں عیاشی اور ہوس نا کی پر اعتراض نہیں کرتا۔ وہاں جمہوریت کنسٹیٹیوشن اور اسمبلی اس لئے نہیں ہے کہ اسلام ان امور کے بارے میں خاموش ہے۔

ہمارے نزدیک:

یہ باتیں گمراہ کن ہیں۔ سعودی عرب کا نظام حکومت شخصی اور جابرانہ ہے اس کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اسلام کے نزدیک مسلمان حکمرانوں کیلئے کسی بھی طرح جائز نہیں ہے کہ وہ گزر بسر سے زیادہ سرکاری خزانے پر ڈالیں۔ اس بارے میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا طرز عمل اسلام کے عین مطابق تھا۔

آج شاہ سعود جس ملک پر حکومت کر رہے ہیں، وہاں اسلام کے عہد اول میں مسلمان ایسے خوشحال تھے کہ لوگ زکوۃ، صدقے اور خیرات کی رقوم اور اشیاء لئے پھرتے تھے، لیکن انہیں قبول کرنے والا کوئی نہ ملتا تھا لیکن آج اس سرزمین کی تین چوتھائی آبادی زندگی کی ہر مسرت سے محروم ہے۔

اس کے برعکس شاہی خاندان، شیوخ اور سعودی حکام ایسی کاروں میں پھرتے ہیں، صدر امریکہ کو بھی نصیب نہیں اور ایسے محلوں میں رہتے ہیں جن میں رہنے کا تصور اس زمانہ کا کوئی حکمران بھی نہیں کر سکتا۔ قاہرہ اسکندریہ کے مضافات لبنان کے خوبصورت علاقوں میں سعودی عرب کے شہزادوں کے محلات نہ صرف اپنے حسن و جمال بلکہ عیش و عشرت کے لوازمات سے بھی بے نظیر ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ ان باتوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اسلامی نظام حکومت میں تو ایک حکمران کی اقتصادی حیثیت ایک عام مسلمان کی طرح بلند نہیں ہوتی، اس کے باوجود امریکہ میں شاہ سعود کا جس انداز سے تعارف ہوا ہے اور جن شاہانہ اداؤں کا وہ مظاہرہ کر رہے ہیں، اسے اسلام کی نمائندگی سے تعبیر کرنا ہمارے لئے انتہائی تکلیف دہ امر ہے۔ (روزنامہ ''کوہستان'' لاہور ۷ فروری ۱۹۵۷ء)

شاہ سعود نے بیسویں صدی کے دور میں صدیوں پرانی شاہی عیاشیوں کی تاریخ کو زندہ کر دیا۔ ان کے حرم میں قانون اور غیر قانونی بیویوں کی ایک بڑی تعداد اور کنیزوں کی لمبی کھیپ تھی، شاہ کی انہی عیاشیوں پر روزنامہ کوہستان شاہ سعود کی الف لیلوی شخصت کا عنوان قائم کر کے لکھتا ہے۔

شاہ سعود کی الف لیلوی شخصیت:

سعودی عرب کے مطلق الحکم بادشاہ بن عبدالعزیز دنیا کے آخری تاجدار ہیں، جن کے ہر فرمان کو قانون کی تقدیس کا درجہ حاصل ہے۔ موجودہ

شاہ سعود سلطان ابن سعود کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔ سلطان نے اپنی تلوار کی نوک سے سعودی عرب کی حدیں متعین کی تھیں اور وہ مغرب (انگریزوں) کے ساتھ تعاون کے پرزور حامی تھے۔ عربین امریکن آئیل کمپنی کے منافع میں سعودی خاندان کا پچاس فی صد حصہ ہے۔ شاہ سعود ریشمی لباس زیب تن کرتے ہیں۔ اپنے سر پر مخصوص عربی عمامہ پہنتے ہیں۔ ان کی عادت و اطوار میں اب بھی بعض الف لیلوی داستانوں کی باتیں موجود ہیں۔ آپ کی قریب کی نظر کمزور ہے اور اس لئے ہر وقت ایک سنہری فریم کا چشمہ لگائے رکھتے ہیں۔ وہ اس چھپن سال کی عمر میں شکار کھیلتے ہیں، بازوں اور عربی انسل گھوڑوں کا شوق رکھتے ہیں، ان کی چار منکوحہ بیویاں ہیں، درجنوں عورتوں کو طلاق دے چکے ہیں، ان کے چالیس بیٹے ہیں، مگر اس معاملے میں وہ اپنے والد کا مقابلہ نہیں کر سکتے، وہ ایک سو پچاس عورتوں کو اپنے رشتہ مناکحت میں لائے تھے اور ان کی کل اولاد چار سو پچاس تھی۔ (روزنامہ ''کوہستان'' لاہور ۲۵ جنوری ۱۹۵۶ء)

محل:

کچھ عرصہ قبل شاہ سعود کو خیال آیا کہ ان کے حرم کا ایک حسین وجمیل اور ایئر کنڈیشنڈ محل تعمیر ہونا چاہئے، یہ خیال آتے ہی انہوں نے اٹلی کے مشہور ماہر تعمیر سینور آرسنڈو بریزی کو حکم دیا کہ وہ ایسا عشرت کدہ تعمیر کرے جسے دیکھ کر الف لیلا کی داستانیں یاد آجائیں۔

لیکن وہ اس کی تعمیر کے اخراجات ادا کرنا بھول گئے محل کی تعمیر پر ۴۹ ہزار پاؤنڈ (دس لاکھ روپیہ لاگت آئی تھی)

اسی سلسلے میں نوائے وقت لکھتا ہے:

سنور بریزنی نے بتایا کہ میں اس سلسلہ میں دوبارہ سعودی عرب گیا تھا، میرے ہمراہ میرا بیٹا اور میرے دو کاریگر بھی تھے، وہاں جا کر مجھے معلوم ہوا کہ شاہ سعود ایک محل کی بجائے ایک بہت بڑا قلعہ تعمیر کرانا چاہتے ہیں، جو چالیس عمارتوں پر مشتمل ہوگا اور ہر عمارت دوسری عمارت سے برساتی کے ذریعے ملحق ہوگی، اس میں ان کی چار منکوحہ بیویوں اور اسی لونڈیوں کیلئے ایک حرم بھی ہوگا۔ یہ پورا قلعہ تقریباً ۴ لاکھ مربع گز میں پھیلا ہوا ہوگا۔ اس سلسلے میں ہمیں زمین کے ایک بہت بڑے قطعہ ہموار کرنا پڑا۔ میں نے اور میرے مددگاروں نے اس منصوبہ پر اٹھارہ مہینہ کام کیا۔ (روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور ۲ مئی ۱۹۵۸ء)

یہ بیرونی محل کا ایک اجمالی نقشہ تھا۔ اب محل کے اندرونی حصہ کی کیفیات کو ایک واقف کار امریکی خاتون نے بیان کیا جو ''نوائے وقت'' نے چھاپ دیا ہے۔

اندرون محل:

ایک امریکی خاتون لکھتی ہے کہ میں محل میں ایرانی قالین پر چلتے ہوئے ایک وسیع کمرہ میں پہنچی جو کسی بڑے ہوٹل کے ہال روم سے کم نہ تھا۔ اس کمرہ میں ایک دبیز قالین بچھا ہوا تھا جو فرش زمین سے کئی انچ اونچا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ حرم کا دربار ہال ہے اور شاہ ہر شام اپنی بیویوں کے ساتھ خوش گپیوں میں صرف کرتے ہیں۔ اس ہال میں نقش ونگار سے مرصع بہت سی گدیلی سنہری کرسیاں قطاروں میں بچھی ہوئی تھیں۔ قریب ہی ایک منقش سنہرا کام دار صوفہ رکھا ہوا تھا۔ شاہ کی بیگمات اونچے گلے کے مور دار کرتے پہنے ہوئیں تھیں۔ جن کا کپڑا نہایت منقش تھا۔ لباس میں جواہرات بکثرت لگے ہوئے تھے، اس کے ساتھ انہوں نے عام قسم کے دھاری موزے بھی پہن رکھے تھے۔ یہ بیگمات سونے کے زیورات اور جواہرات سے اس قدر لدی ہوئی تھیں کہ یقیناً وہ ان کا خاصا بوجھ محسوس کرتی ہوں گی۔

گلا، کان، گردن، ہاتھ کی کلائی اور کمر سب سونے اور انتہائی بیش قیمت جواہرات کے زیورات کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے۔

ایک ایک انگلی میں انہوں نے کئی کئی انگوٹھیاں پہن رکھی تھیں۔ وہ میک اپ کاجل سرخی وغیرہ سے پرانے وقتوں کے ہالی وڈ کی سائکن پکچروں کی ہیروئن لگتی تھیں۔ ان کے عطر اتنے تیز تھے کہ ان کی بو میرے لئے شروع میں بڑی ناگوار تھی۔

شاہ سعود کی چار بیویاں ہیں۔ ان چاروں بیویوں کے علاوہ باقی سابق بیویاں اور لونڈیاں ہیں، مجھے معلوم ہوا کہ شاہ سعود کی سترہ قانونی سابق بیویاں ہیں اور حرم میں ان کیلئے علیحدہ جگہ مقرر ہے۔ بعض اوقات شاہ اپنے منظور نظر شیوخ کو اعزاز دینے کیلئے اپنی سابق کسی بیوی کو اس کے نکاح میں دیتے تھے۔ حرم میں لونڈیاں بھی ہیں اور لونڈیوں کیلئے بھی علیحدہ علیحدہ کوارٹر موجود ہیں، حال ہی میں حرم میں داخل ہونے والی عورتوں کی تعداد دس ساٹھ تک بتائی جاتی ہیں۔

سفارتی حلقوں کے مطابق شاہ کے پچیس بیٹے ہیں، بیویوں کی تعداد نامعلوم ہے۔ ہر لڑکے کیلئے علیحدہ موٹر اور ڈرائیور موجود ہے۔ شاہ نے اپنے کمرے میں جدید طرز کی بجلی کی گھنٹیاں لگوائیں۔ مگر چونکہ شاہ کی نظر کمزور ہے وہ غلط بٹن دباتے تھے، وہ جس بیوی کو بلانا چاہتے، اس کی جگہ اور آجاتی ہے، شاہ کا غسل خانہ ایک بہت بڑے کمرہ اور خالص سونے کی فٹنگز پر مشتمل تھا۔ محل کا دروازہ منقش جہاں رائفل پر سنگین جہاں چڑھائے ایک سنتری پہرہ دے رہا تھا۔ شاہ کی ایک بیگم نے ایک طلائی مردانہ گھڑی جس کے ڈائل پر شاہی نشان بنا ہوا تھا، مجھے تحفہ دی۔ (روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور ۹، ۸ دسمبر ۱۹۵۷ء)

شاہ خرچیاں:

اسی عنوان کے تحت روزنامہ ''کوہستان'' لکھتا ہے:

شاہ سعود جس بحری جہاز سے امریکہ پہنچے اس سے اترتے وقت

موصوف نے جہاز کے اراکین کو ۲۰ ہزار ڈالر کی بخشش دی۔ عملہ کے ہر رکن کو دو سو سے چار سو ڈالر تک بخششیں ملیں۔ اس نقد رقم کے علاوہ شاہ نے انہیں سونے کی گھڑیاں بھی دیں۔ جہاز کے کپتان کو ایک بیش قیمت گھڑی ملی یہ خبر شاہ سعود کی شاہ خرچیاں کی ایک ادنیٰ سے مثال ہے جو شاہانہ اداؤں وہ قیام امریکہ کے دوران دکھائیں گے۔ ان کے تذکرے کچھ دنوں بعد آئیں گے۔ مگر شاہی خاندان کے دوسرے افراد جو کچھ کرتے ہیں، وہ خالص الف لیلوی داستان کی باتیں ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس خاندان کی نجدی مملکت میں ابھی درسگاہوں اور مہذب زندگی کی دوسری ابتدائی ضروریات کا تصور بھی نہیں پیدا ہو سکا۔ (روزنامہ ''کوہستان'' ۵ فروری ۱۹۵۷ء)

شاہ خرچیوں کی شہرت:

روزنامہ ''کوہستان'' لکھتا ہے:

سعودی عرب کے شاہی وہابی خاندان کی سرخانہ عیاشیوں کی داستانیں بڑی عام ہیں۔ شاہی خاندان کو تیل کے ذخائر سے کروڑوں ڈالر کی سالانہ آمدنی ہوتی ہے۔

سعودی شہزادوں کے ٹھاٹھ باٹھ:

روزنامہ ''کوہستان'' اس موضع پر لکھتا ہے:

گزشتہ ماہ لبنان میں اس پر فضا پہاڑی مقام پر سیر و تفریح کی غرض سے سعودی عرب کے ۳۲ شہزادے آئے، جن کی عمریں چار سے سولہ برس تک تھیں۔ ان ۳۲ شہزادوں کی دیکھ بھال کے لئے بتیس خدام بھی ان کے ہمراہ تھے اور ان کے پاس جدید ترین ماڈلوں کی پچیس کاریں تھیں۔ ہوٹل والوں کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ شہزادوں کے قیام و طعام میں شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کا ثبوت دیا جائے۔ چنانچہ رات کے وقت ان کیلئے زرکی فلموں کی خاص نمائش کی جاتی اور مقامی رقص گاہ میں بھی ان کے لئے خاص پروگرام ترتیب دیئے جاتے، گزشتہ ہفتہ یہ تمام شہزادے اپنے وطن واپس چلے گئے، ان کے اس مختصر سے قیام کا بل ایک لاکھ ڈالر سے زیادہ بیان کیا جاتا ہے۔ (روزنامہ ''کوہستان'' لاہور ۲۵ اگست ۱۹۵۷ء)

ایک ایک شہزادے کے پاس کئی کئی محلات اور کاریں ہیں، غیر ملکی بنکوں میں لاکھوں ڈالر کے حسابات کھلے ہوئے ہیں اور کچھ دنوں سے یہ افواہ بھی گرم ہے کہ نجدی شہزادے ریگستان کے خفیہ مقامات پر اپنی دولت چھپا رہے ہیں۔ شاہی خاندان کی مسرفانہ عیاشیوں کی داستانیں بڑی رنگین ہیں۔ جب کوئی شہزادہ سیر و سیاحت پر نکلتا تو اس کے ہمراہ خدام کا پورا لشکر ہوتا ہے اور البیلے شہزادوں کا یہ گروہ ایک دن کی شاپنگ پر لاکھوں روپے ضائع کر دیتا ہے، یہ ہے اس ملک کے شاہی خاندان کی حالت جس کے عوام کی غربت دنیا میں ضرب المثل ہے، جہالت غربت اور بیماری نے غریب عوام کو اپنے شکنجہ میں جکڑ رکھا ہے۔ میلوں تک کسی مدرسہ، ہسپتال اور متمدن زندگی کے کسی نشان کا پتہ نہیں چلتا۔ (روزنامہ ''کوہستان'' ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

شاہ سعود کا شاہانہ غرور:

شاہ سعود ملک کی تمام دولت کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھتے تھے اور اپنے ملک کے عوام کو اپنا زرخرید غلام گردانتے تھے، ان کے پاس بے پناہ دولت تھی۔ جس کے نشہ میں چور شاہ سعود کے سامنے اپنی ذات کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس سلسلے میں روزنامہ ''کوہستان'' لکھتا ہے:

دنیا کی سب سے زیادہ غیر جمہوری جاگیردارانہ مملکت کا یہ تاجدار شاہ سعود عرب کی سب سے بڑی جمہوریت امریکہ کا حیرت انگیز دوست ہے۔ شاہ سعود کی پارلیمنٹ یا کونسل کے سامنے جوابدہ نہیں اور سعودی عرب کے کسی باشندے کو ووٹ دینے کا حق حاصل نہیں۔ شاہ کے ایئر کنڈیشنڈ بلند قصر ایسی سرزمین پر تعمیر ہو رہے ہیں، جہاں ایک تہائی آبادی اب بھی سیاہ خیموں خانہ بدوشی کی زندگی گزارتی ہے اور صرف پانچ فیصد باشندے اپنا نام لکھنا جانتے ہیں۔ جب شاہ ابن سعود (والد سعود) کو تیل کی دولت ملی۔ تو ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اس کا کیا کیا جائے۔ ملک کی ہر چیز بادشاہ کی ملکیت تھی، اس لئے انہوں نے اس دولت کو بھی ذاتی دولت سمجھا۔ انکے لڑکوں کو ساری دنیا کا سفر کرنے کیلئے رقص والی عورتوں کے جھرمٹ میں نظر آتا۔ ایک قصہ مشہور ہے، کہ قاہرہ کی ایک کلب میں جو مصریوں کیلئے مخصوص ہے، ایک سعودی شہزادہ شراب میں مدہوش داخل ہوا اور چلا چلا کر کہنے لگا، اے سور کے بچو تم شاہی خاندان کے ایک فرد کے سامنے کھڑے ہو کر تعظیم کیوں نہیں بجا لاتے۔ (روزنامہ ''کوہستان'' لاہور یکم فروری ۱۹۵۶ء)

اقبال کا تبصرہ نجدیوں پر:

گلہ وفا جفا نما جو حرم کو اہل حرم سے ہے
جو بتکدے میں کروں بیاں تو کہے صنم بھی ہری ہری

..........☆☆..........

اسلامی معلومات

☆...... لا الہ الا اللہ میں بارہ حروف ہیں، اسی طرح محمد رسول اللہ (ﷺ) میں بھی بارہ حروف ہیں۔

☆...... لفظ اللہ میں چار حروف ہیں اور لفظ محمد (ﷺ) میں بھی چار حروف ہیں۔

☆...... لفظ اللہ غیر منقوط ہے اور لفظ محمد (ﷺ) بھی۔

☆...... جس طرح لا الہ الا اللہ میں کوئی نقطہ نہیں، اسی طرح محمد رسول اللہ (ﷺ) میں بھی کوئی نقطہ نہیں۔

(مزمل حسین ارشد لائبریری، شکر گڑھ)

"مرکز الدعوۃ"

دہشت گردی کی علامت بن کر ابھر رہا ہے

(اہل حدیث کی اپنی زبانی)

اغوا کی کارروائی

اہل حدیث جانباز فورس کے ترجمان نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ ۱۸ اکتوبر ۹۴ء کی شب خالد جاوید علوی کی نگرانی میں ایک ٹیم لاہور گوجرانوالہ جی ٹی روڈ پر ماہنامہ صراط مستقیم اور اہل حدیث جانباز فورس کی چاکنگ کر رہی تھی کہ مرکز الدعوۃ والارشاد کی دو گاڑیاں ان کے قریب آ کر رکیں اور ان میں سے برآمد ہونے والے افراد خالد جاوید علوی اور جانباز کارکنان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں زبردستی اغوا کر کے مرکز طیبہ ننگل ساہداں مرید کے میں واقع ٹارچر سیل لے گئے جہاں انہیں بدترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔

اہلحدیث جانباز فورس کے ترجمان کے مطابق ماہ اکتوبر کے صراط مستقیم میں مولانا اختر محمدی کی جہاد پالیسی منظر عام پر آنے کے بعد اس پالیسی کو جس طرح علماء اہل حدیث اور عوام اہل حدیث میں زبردست پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ اس سے مرکز الدعوۃ والارشاد بوکھلاہٹ کا شکار ہے کیونکہ ان کے پاس اپنی جہاد پالیسی کے دفاع کا کوئی مدلل اور موثر جواب نہیں ہے۔

اہل حدیث جانباز فورس کے ترجمان کے مطابق یہ بات بھی کوئی غیر معمولی نہیں کہ جب کسی کے پاس اپنے موقف کے دفاع کے لیے دلائل نہ ہوں تو پھر وہ تشدد کے ذریعے اپنی بات صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ مرکز الدعوۃ والارشاد بھی اس وقت اسی کیفیت کا شکار ہے کیوں کہ اہل حدیث جانباز فورس کی جہاد پالیسی کے آئینے میں انہیں اپنے پلڑے میں سوائے وسائل اور توانائیوں کے ضیاع کے اور کچھ نظر نہیں آ رہا۔

اہل حدیث جانباز فورس کے ترجمان کے مطابق خالد جاوید علوی کو عرصہ دراز سے قتل کی دھمکیاں دی جا رہی تھیں۔ خالد جاوید علوی کا جرم یہ تھا کہ وہ مرکز الدعوۃ کے متعدد سرکردہ رہنماؤں کو مختلف موضوعات پر مباحثوں میں لاجواب کر دیتے ہیں۔ دلائل کے میدان میں شکست کے بعد تشدد کا راستہ اپنایا گیا یہاں تک کہ انہیں واجب القتل قرار دیا گیا۔ چند ماہ پہلے مرکز الدعوۃ کے ہیڈ کوارٹر میں خالد علوی کے ساتھ انتہائی نامناسب رویہ اپنایا اور انہیں زبردستی مرکز الدعوۃ سے باہر نکال دیا۔ اور اب اغوا جیسی شرمناک حرکت کا ارتکاب کیا۔ (مبینہ طور پر تشدد کرنے والوں میں ابونصر جاوید، شبیر احمد، ابو شعیب، عبدالرحمٰن نمایاں تھے) تشدد کے بعد زخمی حالت میں خالد جاوید علوی اور چار کارکنان کو جی ٹی روڈ پر چھوڑ دیا گیا۔ شدید زخمی حالت میں خالد جاوید علوی کو میو ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں داخل کر دیا گیا۔

اہل حدیث جانباز فورس کے ترجمان کے مطابق مرکز الدعوۃ و الارشاد کی جانب سے اغوا اور تشدد کی کارروائی کا ایک افسوس ناک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ کارروائی مرکز الدعوۃ والارشاد کے امیر پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب کی ہدایت پر ہوئی۔ مرکز طیبہ میں موجود ایک اسٹال والے کے بقول حافظ سعید صاحب نے پندرہ بیس کارکنان کا قافلہ بذات خود روانہ کیا...... "کہ انہیں ایک مرتبہ پکڑ کر یہاں لے آؤ۔"

مذمت

دریں اثناء جماعت اہل حدیث پاکستان کے سرپرست حافظ عبدالقادر روپڑی نے اپنے اخباری بیان میں خالد جاوید علوی اور اہل حدیث جانباز فورس لاہور کے چار کارکنان کے اغوا اور تشدد کی شدید مذمت کی ہے اور اسے انتہائی شرمناک قرار دیا۔

علاوہ ازیں متحدہ جمعیت اہل حدیث پاکستان کے امیر حافظ یحییٰ عزیز میر محمدی صاحب جماعت اہل حدیث پاکستان کے امیر مولانا محمد حسین شیخوپوری مرکزی جماعت اہل حدیث پاکستان کے امیر حافظ زبیر احمد ظہیر صاحب، جمعیت علماء اہل حدیث کے سربراہ قاضی عبدالقدیر خاموش صاحب

صاحب، جمعیت علماء اہل حدیث کے سربراہ قاضی عبدالقدیر خاموش صاحب مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے رہنما قاری عبدالحفیظ فیصل آبادی سمیت متعدد علماء اور اہم جماعتی شخصیات نے اغوا اور تشدد کی اس کارروائی کی شدید مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ جماعتی اختلافات میں تشدد کا رجحان پوری اہل حدیث جماعت کے لیے خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔

اتفاق سے اہل حدیث یوتھ فورس کے ایک کارکن کے ہاتھ میں موجود ماہنامہ "صراط مستقیم" اجتماع کے منتظمین کی نظر میں آگیا۔ عینی شاہدین کے مطابق اجتماع کے منتظمین نے "صراط مستقیم" کا وہ شمارہ یوتھ فورس کے کارکن سے چھینا اور آیات واحادیث کی بے حرمتی کا خیال کیے بغیر اسے پرزہ پرزہ کر کے زمین پر پھینک دیا اور ساتھ ہی ساتھ فورس کے کارکن کی خاصی مرمت بھی کی گئی۔

ایک اور مصدقہ افسوس ناک رپورٹ یہ بھی ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظم دفتر الدعوۃ کے تربیتی اجتماع میں 'ہفت روزہ اہل حدیث' مفت تقسیم کر رہے تھے کہ الدعوۃ کے منتظمین نے نہ صرف ان سے وہ شمارے چھین لیے بلکہ انہیں زدوکوب بھی کیا۔

ماہنامہ صراط مستقیم، مرکز الدعوۃ والارشاد کے ذمہ داران کو انتہائی مخلصانہ مشورہ دیتا ہے کہ خدارا آپ اہل حدیث عوام اور اہل حدیث جماعتوں کیلئے اپنائی گئی پالیسی پر نظر ثانی کریں۔ ہر کسی کو اصولی اختلاف کا حق دیں اپنی دعوت کی سچائی اور دلائل کے ذریعے لوگوں کے دل و دماغ کو مسخر کرنے کی جدوجہد کرنا ہر ایک کا حق ہے اسے استعمال کرنا چاہیے۔ لیکن تشدد کے ذریعے اہل حدیث جماعت یا اہل حدیث عوام پر تسلط قائم کرنے کی کوشش کرنا کسی بھی طرح مناسب نہیں ہے۔

۱۸ ستمبر کو لاہور میں ممتاز عالم دین قاری عبدالحفیظ فیصل آبادی پر قاتلانہ حملہ، جامع مسجد اہل حدیث کورٹ روڈ کراچی میں ایک اہل حدیث نوجوان کو تشدد کر کے قتل اور اب اہل حدیث جانباز فورس کے کارکنوں کے اغوا اور تشدد سے مرکز الدعوۃ اہل حدیثوں میں دہشت گردی کی علامت بن کر ابھر رہا ہے۔

ماہنامہ صراط مستقیم کو مرکز الدعوۃ والارشاد کے خلاف بہت سے خطوط اور تحریریں موصول ہوتی رہتی ہیں۔ جن میں سے بعض کے ساتھ اپنے موقف کو صحیح ثابت کرنے کے لئے دستاویزی ثبوت بھی تھے لیکن تا حال قارئین جانتے ہیں کہ ایسی کوئی تحریر شائع نہیں کی گئی۔

(ماہنامہ صراط مستقیم (اہل حدیث) نومبر ۹۴ء کراچی)

نعت شریف

(مدینہ طیبہ میں لکھی گئی)

اے رحمت عالم ، نور خدا سبحان اللہ ماشاء اللہ
کوئی بھی نہیں ہمسر تیرا سبحان اللہ ماشاء اللہ
تو مہر مبیں ، تو صبح یقیں ، تو شرع متیں ، تو سرور دیں
اے عرش نشیں ، سلطان دنیٰ سبحان اللہ ماشاء اللہ
تو جان کرم ، مقصودِ نعم ، تو شاہ حرم ، مخدوم امم
سلطان ارم ، محبوبِ خدا سبحان اللہ ماشاء اللہ
تو بحرِ عطا ، تو ابر سخا ، تو سر غنا ، تو شمع ہدیٰ
اے زینتِ قصر او ادنیٰ سبحان اللہ ماشاء اللہ
محبوب ہے تو ، مشہود ہے تو ، مطلوب ہے تو ، مقصود ہے تو
عنوانِ تمنا روح ولا ، سبحان اللہ ماشاء اللہ
آقا ترا چرچا ہے گھر گھر اور تاجِ رفعنا ہے سر پر
ہر سمت یہی ہے شور بپا سبحان اللہ ماشاء اللہ
آنے سے ترے احسان جیا ، اخلاق بچے ، ایمان ملا
اے عدل و عفو کے رہنما سبحان اللہ ماشاء اللہ
انسان تو ہم سے نکلا اور تخت خلافت پر بیٹھا
برکات کا تیری حد نہ سرا سبحان اللہ ماشاء اللہ
تو نے دیا درس اخوت کا ، پیغام سنایا وحدت کا
پیغمبر امن و صدق و صفا سبحان اللہ ماشاء اللہ
اپنوں کی تو آقا بات ہی کیا ہے غیروں نے بھی جو مانگا سو ملا
در سے نہ کوئی محروم پھرا سبحان اللہ ماشاء اللہ
نقش لاثانی بحرِ ہمم ، ترا وارث فیض و لطف و کرم
آسی کو ترے در پہ لایا سبحان اللہ ماشاء اللہ

(پروفیسر محمد حسین آسی)

ادارہ مجلة الحقيقة

جناب محمد عارف صاحب

امیر شیران اسلام ضلع سیالکوٹ کی والدہ ماجدہ کے انتقال پر ان کے ساتھ شریک غم ہے۔

بارگاہ الٰہی میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی والدہ ماجدہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کو حضور پاک ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ادارہ مجلة الحقيقة

نقش لاثانی ہائی سکول سیالکوٹ کو میٹرک کے امتحان میں سو فیصد نتیجہ حاصل کرنے پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے

مبارک باد پیش کرتا ہے

علاوہ ازیں نقش لاثانی پبلک ہائی سکول، نقش لاثانی نگر شکرگڑھ کو میٹرک امتحان میں 87 فیصد نتیجہ حاصل کرنے پر

تہہ دل سے **مبارک باد** پیش کرتا ہے

رب کریم سے دعا ہے کہ ان اداروں کو دن دگنی، رات چوگنی ترقی عطا فرمائے

انجمن اخوت اسلام ینگ ہولڈر اور شیران اسلام مرکزی یونٹ مندرانوالہ کے زیر اہتمام
دوسری سالانہ **محفل نعت** مورخہ 18 اگست بروز ہفتہ بعد از نماز عشاء
بمقام ایم سی ایچ ہسپتال ڈسپنسری مندرانوالہ میں منعقد ہو رہی ہے

زیر سرپرستی
جناب حاجی **عبدالرزاق** صاحب
صدر بزم لاثانی ڈسکہ

تلاوت
سید **صداقت علی** ساہی
لاہور PTV

زیر صدارت
جناب قاری ثناء اللہ قادری صاحب
خطیب جامع مسجد
صوبیدار ڈسکہ

نعت خوان
جناب شیخ ہارون قیوم صاحب لاہور PTV
جناب حافظ محمد رضوان صاحب شاہ وال
جناب صوفی اسلم نقشبندی صاحب سیالکوٹ
جناب توقیر الدین، امیر الدین صاحب
ڈسکہ ایوارڈ یافتہ

زیر نگرانی چوہدری عرفان احمد ناظم ATI ڈسکہ

ہم جانشین شیخ الحدیث صاحبزادہ بلند اقبال

جناب حامد رضا

مہتمم جامعہ حنفیہ دو دروازہ سیالکوٹ کو ممبر آزاد کشمیر اسمبلی منتخب ہونے پر تہہ دل سے

مبارکباد پیش کرتے ہیں

اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں زیادہ سے زیادہ خدمت اسلام کی توفیق عطا فرمائے
(ادارہ)

انشاءاللہ العزیز ادارہ آئندہ ستمبر کا شمارہ

ختم نبوت

نمبر شائع کرے گا

منجانب: شیران اسلام (پاکستان)